Muslims who believe in the Messiah
Mirza Ghulam Ahmad of Qadian

جماعت احمدیہ امریکہ کا علمی، ادبی، تعلیمی اور تربیتی مجلّہ

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ ۬ؕ
القران الحکیم ۲:۲۵۸

النور

نبوّت ۱۳۹۵ ھش
نومبر ۲۰۱۶ء

وقفِ جدید

جلسہ سالانہ امریکہ ۲۰۱۶ سے چند نظارے

Scenes from 2016 Jalsa Salana USA

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا ۙ یُخۡرِجُہُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوۡرِ

البقرہ ۲۵۸

اللہ ان لوگوں کا دوست ہے جو ایمان لائے۔ وہ ان کو اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے۔

النور

Al-Nur　نومبر ۲۰۱۶　ریاستہائے متحدہ امریکہ

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ﴿۱﴾ مَلِکِ النَّاسِ ۙ﴿۲﴾ اِلٰہِ النَّاسِ ۙ﴿۳﴾ مِنۡ شَرِّ الۡوَسۡوَاسِ ۬ۙ الۡخَنَّاسِ ۪ۙ﴿۴﴾ الَّذِیۡ یُوَسۡوِسُ فِیۡ صُدُوۡرِ النَّاسِ ۙ﴿۵﴾ مِنَ الۡجِنَّۃِ وَ النَّاسِ ﴿۶﴾

(سورۃ الناس)

تُو کہہ دے کہ میں انسانوں کے ربّ کی پناہ مانگتا ہوں۔ انسانوں کے بادشاہ کی۔ انسانوں کے معبود کی۔ بکثرت وسوسے پیدا کرنے والے کے شرّ سے، جو وسوسہ ڈال کر پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ وہ جو انسانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتا ہے۔ (خواہ) وہ جنوں میں سے ہو (یعنی بڑے لوگوں میں سے) یا عوام الناس میں سے۔

قُلۡ لِّلّٰہِ الشَّفَاعَۃُ جَمِیۡعًا ؕ

(سورۃ الزمر:45)

تُو کہہ دے شفاعت (کا معاملہ) تمام تر اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔

(700حکمِ خداوندی صفحہ 89)

نگران: ڈاکٹر مرزا مغفور احمد امیر جماعت احمدیہ، یو ایس اے

ادارتی مشیر: محمد ظفر اللہ ہنجرا، سید شمشاد احمد ناصر

مدیر: سید ساجد احمد

معاون مدیر: حسنیٰ مقبول احمد

لکھنے کا پتہ: publications@ahmadiyya.us

OR Editor Ahmadiyya Gazette 15000 Good Hope Road Silver Spring, MD 20905

فہرست

قرآن کریم

تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَیْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ ۝

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم اُن چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو۔ اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔ (سورۃ آل عمران:93)

تفسیر بیان فرمودہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام:

تم حقیقی نیکی کو جو نجات تک پہنچاتی ہے ہرگز پا نہیں سکتے بجز اس کے کہ تم خدا تعالیٰ کی راہ میں وہ مال اور وہ چیزیں خرچ کرو جو تمہاری پیاری ہیں۔ (فتح اسلام صفحہ ۶۳)

خُدا کو راضی کرنے والی اس سے زیادہ کوئی قربانی نہیں کہ ہم در حقیقت اُس کی راہ میں موت کو قبول کر کے اپنا وجود اُس کے آگے رکھ دیں۔ اسی قُربانی کی خُدا نے ہمیں تعلیم دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ یعنی تم حقیقی نیکی کو کسی طرح پا نہیں سکتے جب تک تم اپنی تمام پیاری چیزیں خدا کی راہ میں خرچ نہ کرو۔ (سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب صفحہ ۲۱)

دُنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اسی واسطے علم تعبیر الرویا میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اُس نے جگر نکال کر کسی کو دیا ہے تو اُس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقا اور ایمان کے حصول کے لیے فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ۔ حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک کہ عزیز ترین خرچ نہ کرو گے کیونکہ مخلوقِ الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے اور ابنائے جنس اور مخلوقِ الٰہی کی ہمدردی ایک ایسی شے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیوں کر پہنچا سکتا ہے دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لیے ایثار ضروری شے ہے اور اس آیت میں لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ میں اُسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زندگی میں الٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور وہ کل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔ (الحکم جلد ۴ نمبر ۳۰ مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۰۰ء صفحہ ۴)

اَلَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّیْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِیَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝

جو لوگ اپنے مال رات اور دن پوشیدہ (بھی) اور ظاہر (بھی) (اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے رہتے ہیں ان کے لیے ان کے ربّ کے پاس ان کا اجر (محفوظ) ہے اور نہ (تو) انہیں کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔ (البقرۃ:۲۷۵)

انجیل میں کہا گیا ہے کہ تم اپنے نیک کاموں کو لوگوں کے سامنے دکھلانے کے لیے نہ کرو مگر قرآن کہتا ہے کہ تم ایسا مت کرو کہ اپنے سارے کام لوگوں سے چھپاؤ بلکہ تم حسب مصلحت بعض اپنے نیک اعمال پوشیدہ طور پر بجالاؤ جبکہ تم دیکھو کہ پوشیدہ کرنا تمہارے نفس کے لیے بہتر ہے اور بعض اعمال دکھلا کر بھی کرو جبکہ تم دیکھو کہ دکھلانے میں عام لوگوں کی بھلائی ہے تا تمہیں دو بدلے ملیں اور تا کمزور لوگ کہ جو ایک نیکی کے کام پر جرأت نہیں کر سکتے وہ بھی تمہاری پیروی سے اُس نیک کام کو کر لیں۔ غرض خدا نے جو اپنے کلام میں فرمایا سِرًّا وَّعَلَانِیَةً یعنی پوشیدہ بھی خیرات کرو اور دکھلا دکھلا کر بھی۔ ان احکام کی حکمت اُس نے خود فرما دی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ نہ صرف قول سے لوگوں کو سمجھاؤ بلکہ فعل سے بھی تحریک کرو کیونکہ ہر ایک جگہ قول اثر نہیں کرتا بلکہ اکثر جگہ نمونہ کا بہت اثر ہوتا ہے۔ (کشتی نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۱-۳۲، تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد دوم صفحہ ۴۴۹)

احادیث مبارکہ: انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت

عَنْ اَبِیْ قَتَادَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ خَیْرَ مَا یَخْلُفُ الرَّجُلُ مِنْ بَعْدِہٖ ثَلَاثٌ وَلَدٌ صَالِحٌ یَدْعُوْ لَہٗ وَ صَدْقَۃٌ تَجْرِیْ یَبْلُغُہٗ اَجْرُھَا وَعِلْمٌ یُعْمَلُ بِہٖ بَعْدَہٗ۔

(ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس)

حضرت ابو قتادہؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بہترین چیزیں جو انسان اپنی موت کے بعد پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ تین ہیں۔ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا گو ہو۔ صدقہ جاریہ جس کا ثواب اسے پہنچتا رہے اور ایسا علم جس پر اس کے بعد والے عمل کرتے رہیں۔

****

عَنْ عَدِیِّ بْنِ حَاتِمٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ: اِتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَۃٍ۔

(بخاری کتاب الزکوۃ باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ)

حضرت عدی بن حاتمؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا صدقہ دے کر آگ سے بچو خواہ آدھی کھجور خرچ کی ہی استطاعت ہو۔

****

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: بَیْنَمَا نَحْنُ فِیْ سَفَرٍ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ جَآ ءَ رَجُلٌ عَلٰی رَاحِلَۃٍ لَہٗ فَجَعَلَ یَصْرِفُ بَصَرَہٗ یَمِیْنًا وَ شِمَالًا فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَنْ کَانَ مَعَہٗ فَضْلُ ظَھْرٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَاظَھْرَ لَہٗ وَمَنْ کَانَ لَہٗ فَضْلٌ مِنْ زَادٍ فَلْیَعُدْ بِہٖ عَلٰی مَنْ لَّا زَادَ لَہٗ۔ فَذَکَرَ مِنْ اَصْنَافِ الْمَالِ وَمَاذَکَرَ حَتّٰی رَاَیْنَا اَنَّہٗ لَاحَقَّ لِاَحَدٍ مِنَّا فِیْ فَضْلٍ۔

(مسلم کتاب اللقطہ باب استحباب المواساہ بفضول المال)

حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ہم آنحضرت ﷺ کے ہم سفر تھے۔ ایک شخص سواری پر آیا اور دائیں بائیں دیکھنے لگا یعنی بڑا ضرورت مند نظر آتا تھا۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا۔ جس کے پاس زائد سواری ہو اسے دے دے جس کے پاس سواری نہیں۔ جس شخص کے پاس زائد خوراک ہے وہ اسے دے دے جس کے پاس کوئی زادِ راہ نہیں۔ آپؐ نے اسی طرح مال کی مختلف اقسام کا ذکر فرمایا۔ یہاں تک کہ ہم سمجھنے لگے کہ شاید ضرورت سے زیادہ اموال میں کسی کا کوئی ذاتی حق ہی نہیں اور اسے چاہیئے کہ وہ اس زائد مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے پر ہمیشہ تیار رہے۔

****

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّھُمْ ذَبَحُوْا شَاۃً فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ: مَابَقِیَ مِنْھَا؟ قَالَتْ مَابَقِیَ مِنْھَا اِلَّا کَتِفُھَا قَالَ: بَقِیَ کُلُّھَا غَیْرَ کَتِفِھَا۔

(ترمذی ابواب صفۃ القیامۃ۔ الترغیب والترھیب صفحہ ۱۲۹/۲)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کروائی (اور اس کا گوشت غرباء میں تقسیم کیا اور کچھ گھر میں بھی کھانے کے لیے رکھ لیا) اس پر آنحضرت ﷺ نے دریافت فرمایا کس قدر گوشت بچ گیا عائشہ نے جواب دیا دستی بچی ہے۔ یہ سن کر حضور نے فرمایا سارا بچ گیا ہے سوائے اس دستی کے یعنی جس قدر تقسیم کیا گیا وہ ثواب ملنے کی وجہ سے بچ گیا ہے اور جو بچا کر خود کھانے کے لیے رکھا ہے چونکہ اس کا ثواب نہیں ملے گا۔ اس لیے حقیقۃً وہ نہیں بچا۔

****

کمال تو یہ ہے کہ ماسویٰ سے بکلّی دست بردار ہو جائے

مالی عبادت جس قدر انسان اپنی کوشش سے کر سکتا ہے وہ صرف اس قدر ہے کہ اپنے اموال مرغوبہ میں سے کچھ خدا کے لئے دیوے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اِسی سورت میں فرمایا ہے وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:۴) اور جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرمایا ہے لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (اٰل عمران:۹۳) لیکن ظاہر ہے کہ اگر مالی عبادت میں انسان صرف اسی قدر بجالاوے کہ اپنے اموال محبوبہ مرغوبہ میں سے کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں دیوے تو یہ کچھ کمال نہیں ہے کمال تو یہ ہے کہ ماسویٰ سے بکلّی دست بردار ہو جائے اور جو کچھ اُس کا ہے وہ اُس کا نہیں بلکہ خدا کا ہو جائے۔ یہاں تک کہ جان بھی خدا تعالیٰ کی راہ میں فدا کرنے کے لئے طیار ہو کیونکہ وہ بھی مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ (البقرہ:۴) میں داخل ہے خدا تعالیٰ کا منشاء اُس کے قول مِمّا رزقنا سے صرف درہم و دینار نہیں ہے بلکہ یہ بڑا وسیع لفظ ہے جس میں ہر ایک وہ نعمت داخل ہے جو انسان کو دی گئی ہے۔

غرض اِس جگہ بھی هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:۳) فرمانے سے خدا تعالیٰ کا یہ منشاء ہے کہ جو کچھ انسان کو ہر ایک قسم کی نعمت مثلاً اُس کی جان اور صحت اور علم اور طاقت اور مال وغیرہ میں سے دیا گیا ہے اس کی نسبت انسان اپنی کوشش سے صرف مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ تک اپنا اخلاص ظاہر کر سکتا ہے اور اس سے بڑھ کر بشری قوتیں طاقت نہیں رکھتیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا قرآن شریف پر ایمان لانے والے کے لئے اگر وہ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (البقرہ:۴) کی حد تک اپنا صدق ظاہر کرے گا بموجب آیت هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کے یہ وعدہ ہے کہ خدا تعالیٰ اِس قسم کی عبادات میں بھی کمال تک اُس کو پہنچا دے گا اور کمال یہ ہے کہ اُس کو یہ قوت ایثار بخشی جائے گی(*) کہ وہ شرح صدر سے یہ سمجھ لے گا کہ جو کچھ اُس کا ہے خدا کا ہے اور کبھی کسی کو محسوس نہیں کرائے گا کہ یہ چیزیں اُس کی تھیں جس کے ذریعہ سے اُس نے نوعِ انسان کی خدمت کی۔ مثلاً احسان کے ذریعہ سے کبھی انسان کسی کو محسوس کراتا ہے کہ اُس نے اپنا مال دُوسرے کو دیا مگر یہ ناقص حالت ہے کیونکہ وہ تبھی محسوس کرے گا کہ جب اُس چیز کو اپنی چیز سمجھے گا۔ پس جب بموجب آیت هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ کے خدا تعالیٰ قرآن شریف پر ایمان لانے والے کو اس مقام سے ترقی بخشے گا تو وہ یہاں تک اپنی تمام چیزوں کو خدا کی چیزیں سمجھ لے گا کہ محسوس کرانے کی مرض بھی اُس کے دل میں سے جاتی رہے گی اور نوع انسان کے لئے ایک مادری ہمدردی اُس کے دل میں پیدا ہو جائے گی بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اور کوئی چیز اُس کی اپنی نہیں رہے گی بلکہ سب خدا کی ہو جائے گی اور یہ تب ہو گا کہ جب وہ سچے دل سے قرآن شریف اور نبی کریمؐ پر ایمان لائے گا۔ بغیر اس کے نہیں۔ پس کس قدر گمراہ وہ لوگ ہیں جو بغیر متابعت قرآن شریف اور رسول کریمؐ کے صرف خشک توحید کو موجب نجات ٹھہراتے ہیں بلکہ مشاہدہ ثابت کر رہا ہے کہ ایسے لوگ نہ خدا پر سچا ایمان رکھتے ہیں نہ دنیا کے لالچوں اور خواہشوں سے پاک ہو سکتے ہیں چہ جائیکہ وہ کسی کمال تک ترقی کریں اور یہ بات بھی بالکل غلط اور کورانہ خیال ہے کہ انسان خود بخود نعمت توحید حاصل کر سکتا ہے بلکہ توحید خدا کی کلام کے ذریعہ سے ملتی ہے اور اپنی طرف سے جو کچھ سمجھتا ہے وہ شرک سے خالی نہیں۔ اِسی طرح خدا تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کے بارے میں انسانی کوشش صرف اِس حد تک ہے کہ انسان تقویٰ اختیار کر کے اُس کی کتاب پر ایمان لاوے اور صبر سے اُس کی پیروی کرے اس سے زیادہ انسان میں طاقت نہیں لیکن خدا تعالیٰ نے آیت هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ میں یہ وعدہ فرمایا ہے کہ اگر اس کی کتاب اور رسول پر کوئی ایمان لائے گا تو وہ مزید ہدایت کا مستحق ہو گا اور خدا اُس کی آنکھ کھولے گا اور اپنے مکالمات و مخاطبات سے مشرف کرے گا۔ (*)

(*) اس کا سبب یہ ہے کہ بباعث ضعف بشریت انسان کی فطرت ایک بخل بھی ہے کہ اگر ایک پہاڑ سونے کا بھی اُس کے پاس ہو تب بھی ایک حصہ بخل کا اُس کے اندر ہوتا ہے اور نہیں چاہتا کہ اپنا تمام مال اپنے ہاتھ سے چھوڑ دے لیکن جب بموجب آیت هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (البقرۃ:۳) کی ایک وہبی قوت اُس کے شامل حال ہو جاتی ہے تو پھر ایسا انشراح صدر ہو جاتا ہے کہ تمام بخل اور سارا شُحِّ نفس دُور ہو جاتا ہے تب خدا کی رضا جوئی ہر ایک مال سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے اور وہ نہیں چاہتا کہ زمین پر فانی خزانے جمع کرے بلکہ آسمان پر اپنا مال جمع کرتا ہے۔ منہ (*) درحقیقت کمال متابعت یہی ہے کہ وہی رنگ پکڑ لے اور وہی انوار دل پر وارد ہو جائیں۔ دَخَلْتُ النَّار حَتّٰی صِرْتُ نَارًا۔ منہ

(روحانی خزائن جلد ۲۲ حقیقۃ الوحی صفحات ۱۴۰-۱۴۱)

خلاصہ جات خطبات جمعہ فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

یکم جولائی ۲۰۱۶ء

اللہ تعالیٰ نے جو رمضان کے روزوں کی فرضیت کا حکم دیا تو ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں، جب رمضان شروع ہوا تو ہم میں بہت سے سوچتے ہونگے کہ گرمیوں کے لمبے دن ہیں اور یہ تیس روزے پتہ نہیں کیسے گزریں گے لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ گنتی کے چند دن ہیں، یہ دن بھی گزر گئے اور آج 25 واں روزہ ہے، حضور نے فرمایا کہ بہت سے لوگ مجھے لکھتے ہیں کہ یہ دن گزر بھی گئے اور پتہ بھی نہیں چلا، حقیقت میں یہ بات صحیح ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو ابتدا میں لگتا ہے کہ بڑے لمبے دن ہیں لیکن جب دن گزرنے شروع ہوتے ہیں تو احساس نہیں ہوتا، آج رمضان کا آخری جمعہ ہے۔ جب ہم نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کیا ہے تو پھر نمازیں چھوڑنا کیسا اور جمعہ چھوڑنا کیسا؟ ہمارے لئے اگر جمعۃ الوداع کا تصور ہے تو بالکل اور تصور ہے اور ایک حقیقی احمدی کے لئے یہی تصور ہونا چاہئے اور وہ یہ ہے کہ ہم بڑے بھاری دل کے ساتھ اس جمعہ کو وداع کر رہے ہیں اور اس سوچ اور دعا کے ساتھ کر رہے ہیں کہ دراصل جمعہ کو نہیں بلکہ اس مہینے کو ان بابرکت دنوں کو ہم وداع کر رہے ہیں اور جمعہ چونکہ ہماری بڑی تعداد میں جمع ہونے کا ذریعہ بنا ہے اور یہ اس رمضان کا آخری جمعہ ہے اس لئے ہم سب جمع ہو کر اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پھر ہمیں توفیق دے کہ جو دن اور جمعے ہم نے رمضان میں گزارے ہیں اور جو برکات ہمیں رمضان میں حاصل ہوئیں ان پر قائم رہتے ہوئے اپنی تمام تر صلاحیتوں اور استعدادوں کے ساتھ اگلے رمضان کا استقبال کریں گے۔ اس رمضان میں حضرت خلیفۃ المسیح نے جو خطبات دیئے ہیں ان میں تقویٰ دعا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل جن میں سب سے اہم عبادت کا حکم ہے، ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کی طرف توجہ کرنا اور اعلیٰ اخلاق کے مظاہرے وغیرہ کے مضامین شامل تھے، ہر خطبہ کے بعد حضور کو بہت سے لوگوں کے خط آتے تھے کہ ہمیں یاددہانی ہوئی اور حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات کے حوالے سے ہمیں ان مضامین کو سمجھنے کی توفیق بھی ملی، ان باتوں کا فائدہ تبھی ہے جب ہم ان باتوں کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں، ہر جمعہ کی اہمیت ہے، جمعہ کی اہمیت نہ ہی رمضان کے ساتھ وابستہ ہے اور نہ ہی جمعۃ الوداع کے ساتھ وابستہ ہے بلکہ رمضان کی اہمیت اس میں ہے جب مستقل طور پر نمازوں اور جمعہ کی ادائیگی کی طرف ہماری توجہ رہے۔ روز جمعہ ایک عظیم الشان اسلامی تہوار ہے اور قرآن شریف نے خاص طور پر اس دن کو تعطیل کا دن ٹھہرایا ہے اور اس بارہ میں خاص ایک سورت قرآن شریف میں موجود ہے جس کا نام سورۃ الجمعہ ہے اور اس میں حکم ہے کہ جب جمعہ کی آذان دی جائے تو تم دنیا کا ہر کام ختم کر دو اور مسجدوں میں جمع ہو جاؤ اور نماز جمعہ اس کی تمام شرائط کے ساتھ ادا کرو اور جو شخص ایسا نہ کرے گا وہ سخت گناہگار ہے اور قریب ہے کہ اسلام سے خارج ہو اور جس قدر جمعہ کی نماز اور خطبہ سننے کی قرآن شریف میں تاکید ہے، اس قدر عید کی نماز کی بھی تاکید نہیں، اسی غرض سے جمعہ کی تعطیل مسلمانوں میں چلی آتی ہے۔ آج نام نہاد علماء حضرت مسیح موعودؑ پر الزام لگاتے ہیں کہ جماعت احمدیہ انگریزوں کا خود کاشتہ پودا ہے لیکن انگریز حکومت کو مسلمانوں کے مذہبی حقوق کی طرف توجہ دلائی تو حضرت مسیح موعودؑ نے، کسی اور مسلمان لیڈر کو توفیق نہ ملی، یہ زمانہ جس میں اسلام کی حقیقت دنیا پر واضح کرنا اور اس کی تعلیم پر عمل کروانا، یہ آپؑ کے ذریعہ سے ہونا تھا اور اللہ تعالیٰ نے یہ کام آپؑ کے سپرد کیا تھا، پس ہم جو حضرت مسیح موعودؑ کو ماننے کا دعویٰ کرنے والے ہیں، ہمارے ہر قول اور عمل سے اسلام کی تعلیم کی حقیقت ظاہر ہونی چاہئے، ہمیں یہ عہد کرنا چاہئے کہ یہ رمضان جو برکات لے کر آیا تھا اور جو برکات چھوڑ کر جا رہا ہے، اسے ہم نے اپنی زندگی کا حصہ بنانا ہے۔

۸ر جولائی ۲۰۱۶ء

حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ حضرت مصلح موعودؓ نے تقسیم ہند کے بعد جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر پیغام بھیجا تھا اس میں توجہ دلائی تھی کہ آپ لوگوں کا کام ہے کہ تبلیغ کریں اور اس پہلو سے بہت محنت کی ضرورت ہے، بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعودؑ کو الہام میں یہ فرمایا تھا کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا اور یہ بھی فرمایا کہ خدا تعالیٰ تیرے نام کو اس وقت تک جب تک دنیا منقطع ہو جائے، عزت کے ساتھ قائم رکھے اور تیری دعوت کو

دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ تبلیغ کو آگے بڑھانے کے کام کو دنیا کے باقی ممالک کی جماعتوں کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کے کام کو کرنے اور اسے وسعت دینے کی ہمیں ہدایت فرمائی ہے، قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایاہے، حضرت مسیح موعودؑ نے بھی یہی فرمایاہے، آنحضرت ﷺ کو بھی خداتعالیٰ نے یہی حکم دیا تھا، لیکن ہمیں اس کے لئے مضبوط منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے، ہر جگہ ہر ملک میں تاکہ اس سے اس کام میں مزید وسعت دی جاسکے اور پھر تبلیغ کے ساتھ ان لوگوں کو سنبھالنا بھی بہت بڑا کام ہے جو بیعتیں کر کے جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: پھر قبولیت دعا کا راز کیاہے؟ اس کی حکمت کو بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اس قسم کے نشان دکھانے آئے تھے اور اس قسم کے بندے پیدا کرنا آپؑ کا مقصد تھا جن کی دعاؤں سے اللہ تعالیٰ دنیا میں بڑے بڑے انقلاب پیدا کردے، حضرت مسیح موعودؑ فارسی زبان کے شعر میں فرماتے ہیں کہ جو ساری دنیا نہیں کرسکتی وہ ایک دعا سے ہو جاتاہے مگر اس کے یہ معنی بھی نہیں کہ خداتعالیٰ ہر دعا کو ضرور قبول کرلیتاہے، حضرت مسیح موعودؑ کا صاحبزادہ مرزا مبارک احمد فوت ہوا، مولوی عبدالکریم صاحبؓ فوت ہوئے آپؑ نے دعائیں بھی کیں مگر وہ فوت ہو گئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ ایک دفعہ کھیل میں غلط باتیں ہوئیں، دین اور سلسلہ کی روایات کا خیال نہیں رکھا گیا، اس پر تنبیہ کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ دیکھو ہنسی اور مذاق کرنا جائز ہے، منع نہیں ہے، رسول کریم ﷺ بھی مذاق کیا کرتے تھے، حضرت مسیح موعودؑ بھی مذاق کرتے تھے، ہم بھی مذاق کرلیتے ہیں، ہم یہ نہیں کہتے کہ ہم مذاق نہیں کرتے، ہم سو دفعہ مذاق کرتے ہیں لیکن اپنے بچوں سے کرتے ہیں، اپنی بیویوں سے کرتے ہیں، قریبیوں سے کرتے ہیں لیکن اس طرح نہیں کہ اس میں کسی طرح تحقیر کا رنگ ہو، اگر کسی کی تحقیر ہو رہی ہو اور عزتِ نفس متاثر ہو رہی ہو تو ایسا مذاق صحیح نہیں ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اب صرف قادیان اور ربوہ کی بات نہیں ہے، باقی جگہوں پہ بھی کھیلیں ہوتی ہیں جو جماعتی طور پر منعقد کی جاتی ہیں، وہاں اگر ایسی باتیں ہونگی تو جماعت بعض دفعہ بدنام ہوتی ہے، اس لئے ہر جگہ ان باتوں کی احتیاط کرنی چاہئے، پس ہمارے ہر عمل میں اس بات کا اظہار ہونا چاہئے چاہے وہ کھیل کود ہے، تفریح ہے، مشاعرے ہیں کہ ہم نے جماعت کے وقار کو مجروح نہیں ہونے دینا، پس یہ جو چند باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں، ہر نصیحت سبق آموز تھی، ان باتوں کا خیال رکھنا چاہئے۔

۱۵رجولائی ۲۰۱٦ء

کچھ عرصہ پہلے حضور نے خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ یہ جماعتی عہدیداران کے انتخاب کا سال ہے، اکثر جگہوں پر انتخابات ہو چکے ہیں، ملکوں میں بھی اور مقامی جماعتوں میں بھی اور نئے عہدیداروں نے اپنا کام سنبھال لیاہے، عہدیداروں میں بعض جگہ صدران، امراء اور دوسرے عہدیداران نئے منتخب ہوئے ہیں لیکن بہت سی جگہوں پر پہلے سے کام کرنے والوں کا ہی دوبارہ انتخاب کیا گیاہے نئے آنے والوں کو بھی جہاں خداتعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے جماعتی خدمت کے لئے چنا وہاں عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اس امانت کا حق ادا کرنے کی توفیق دے جو ان کے سپرد کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سب سے بڑا حق عبادت کا ہے اور اس کے لئے مردوں کو یہ حکم ہے کہ نماز کا قیام کرو اور نمازوں کا قیام باجماعت نماز کی ادائیگی ہے، پس امراء، صدران، عہدیداران اپنی نمازوں کی حفاظت کرکے اس کے قیام اور باجماعت ادائیگی کی بھرپور کوشش کریں تو جہاں اس سے ہماری مسجدیں آباد ہونگی، نماز سنٹر آباد ہونگے وہاں وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو بھی حاصل کرنے والے ہونگے اور اپنے عملی نمونہ سے افراد جماعت کی تربیت کرنے والے ہونگے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بھی ہونگے، ان کے کاموں میں آسانیاں بھی ہونگی، صرف باتیں کرنے والے نہیں ہونگے۔ ایک خصوصیت عہدیداران کی یہ بھی ہونی چاہئے کہ وہ ماتحتوں سے حسن سلوک کریں، جماعت کے اکثر کام تو رضاکارانہ ہوتے ہیں، جماعت کے افراد وقت دیتے ہیں، جماعتی کام کے لئے اس لئے وقت دیتے ہیں کہ وہ خداتعالیٰ کی رضا چاہتے ہیں، اس لئے وقت دیتے ہیں کہ ان کو جماعت سے تعلق اور محبت ہے، پس عہدیداروں کو بھی اپنے کام کرنے والوں کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے اور ان سے حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے اور یہی اللہ تعالیٰ کا بھی حکم ہے اور پھر اسی حسن سلوک کے ساتھ اپنے نائبین اور ماتحتوں کو کام سکھانے کی بھی کوشش کرنی چاہئے۔ بعض دفعہ عہدیداروں کو اپنی حدود کا ہی پتہ نہیں ہوتا، ایک شعبہ ایک کام کر رہا ہوتا ہے بلکہ قواعد و ضوابط میں دوسرے شعبہ میں وہ کام لکھا ہوتا ہے، بعض دفعہ ایسا باریک فرق کاموں میں ہوتا ہے جس پر غور نہ

کرتے ہوئے دو شعبے ایک دوسرے کی حد میں شامل ہو رہے ہوتے ہیں، گزشتہ دنوں حضور نے یوکے کی مجلس عاملہ سے میٹنگ کی وہاں حضور کو احساس ہوا کہ اس باریک فرق کو نہ سمجھنے کی وجہ سے بلا وجہ کی بحث شروع ہو جاتی ہے، اگر قواعد کو پڑھیں تو اس طرح وقت ضائع نہ ہو مثلاً تبلیغ کے شعبہ نے تبلیغ کی مہم بھی چلانی ہے اور رابطے بھی پیدا کرنے ہیں۔ حضور نے فرمایا: ایک بات میں مبلغین اور مربیان کے حوالہ سے بھی کہنا چاہتا ہوں، بعض جگہ مبلغین، مربیان کی ہر ماہ باقاعدہ میٹنگ نہیں ہوتی، مبلغ انچارج اس بات کا ذمہ دار ہے کہ یہ میٹنگز باقاعدہ ہوں، جماعتی تبلیغی اور تربیتی کاموں کا بھی جائزہ ہو، جو بہتر کام کسی نے کیا ہے اس کے بارہ میں تبادلہ خیال ہو اور بہتر کام کرنے کے لئے جو طریقہ کار اپنایا گیا تھا اس سے دوسرے بھی فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں، اسی طرح جو جماعتی سیکرٹریان جماعتوں کو ہدایت دیتے ہیں یا مرکز کی ہدایت پر جماعتوں کو ہدایت بھجوائی جاتی ہے، اس بارہ میں بھی رپورٹ دیں، مربیان یہ بھی دیکھا کریں کہ ہر جماعت سلسلہ میں کتنا کام ہوا ہے اور جہاں سیکرٹریان فعال نہیں خاص طور پر تبلیغ اور تربیت اور مالی قربانی کے معاملہ میں وہاں مربیان و مبلغین ان کو توجہ دلائیں۔ صاحبزادی طاہرہ صدیقہ صاحبہ اہلیہ مکرم صاحبزادہ منیر احمد صاحب کی وفات۔

۲۲؍جولائی ۲۰۱۶ء

حضرت مسیح موعودؑ کی محنت و مشقت اور صحت کے قائم رکھنے اور جسم کو چست رکھنے کے لئے کیا آپ کا معمول تھا، اس کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ آپ سست ہرگز نہ تھے بلکہ انتہائی محنت کش تھے اور خلوت کے دلدادہ ہونے کے باوجود مشقت سے نہ گھبراتے تھے اور بارہا ایسا ہوتا تھا کہ آپ کو جب کسی سفر پر جانا پڑتا تو سواری کا گھوڑا نوکر کے ہاتھ آگے روانہ کر دیتے اور آپ پیادہ 20-25 میل کا سفر طے کر کے منزل مقصود پر پہنچ جاتے بلکہ اکثر اوقات آپ پیادہ ہی سفر کرتے اور سواری پر کم چڑھتے اور یہ عادت پیادہ چلنے کی آپ کو آخر عمر تک تھی۔ جب عبدالحکیم نے اپنے ارتداد کا اعلان کیا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ نے گھبرا کر اپنے طالب علموں کو بلایا اور فرمایا جاؤ اور جا کر میرے کتب خانے سے عبدالحکیم کی تفسیر نکال دو فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے مجھ پر خدا کی ناراضگی نازل ہو، حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حالانکہ وہ قرآن کریم کی تفسیر تھی اور اس کی بہت سی آیات کی تفسیر اس شخص نے خود حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ سے پوچھ کر لکھی تھی مگر اس لئے کیونکہ اس پر خدا کا غضب نازل ہوا اور اس نے ارتداد کا رستہ اختیار کیا، اس کی تفاسیر کو کتب خانے سے نکال دیا اور اپنے ذوق کے مطابق سمجھا کہ یہ کتب دوسری کتب کے ساتھ مل کر ان کو پلید کر دے گی۔ بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ مثلاً جماعتی طور پر کسی کو سزا ملی ہے یا کسی شخص کے متعلق کارروائی ہوئی ہے تو وہ کہتا ہے اپنے متعلق کہ میرے خلاف فلاں کارروائی ہوئی ہے وہ غلط ہوئی ہے اور فلاں شخص کے خلاف نہیں ہوئی اور اس کی حمایت کی گئی ہے، اس قسم کے اعتراض کوئی نئی چیز نہیں ہے، ہر زمانے میں ایسے اعتراض لوگ کرتے ہیں، آج بھی لوگ کرتے ہیں پہلے بھی لوگ کرتے تھے چنانچہ ایسے لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ حقیقت یہ ہے کہ نظام کی درستی کے لئے اتحاد خیالات کا ایک دائرہ ہوتا ہے۔ حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں: درحقیقت بعض باتیں وقتی فتنہ کے لحاظ سے بڑی ہوتی ہیں حالانکہ وہ اصل میں چھوٹی ہوتی ہیں اور بعض باتیں وقتی فتنہ کے لحاظ سے چھوٹی ہوتی ہیں حالانکہ اصل میں وہ بڑی ہوتی ہیں، پس وقتی فتنہ کے لحاظ سے کبھی بڑی بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اور چھوٹی بات پر ایکشن لے لیا جاتا ہے لیکن ان لوگوں نے جو اعتراض کرنے والے ہیں کبھی عقل سے کام نہیں لیا، ان کا مقصد صرف اعتراض کرنا ہوتا ہے، بہت سارے لوگ دوسرے کے لئے کہہ دیتے ہیں اور کچھ حمایتی پیدا ہو جاتے ہیں ان کے جن کو سزا ملتی ہے، ان کو پتہ نہیں ہوتا کہ اصل بات کیا ہے۔ تبلیغ کے لئے کیا ذرائع استعمال کرنے چاہئیں اور کس طرح کرنی چاہئے، اس بارہ میں ایک موقع پر حضرت مصلح موعودؓ نے فرمایا کہ اس وقت نظارت دعوت و تبلیغ پمفلٹ کے ذریعہ تبلیغ کرتی ہے لیکن پمفلٹ ایسی چیز ہے جس کا بوجھ زیادہ دیر تک نہیں اٹھایا جا سکتا، حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں تبلیغ اشتہارات کے ذریعہ ہوتی تھی، وہ اشتہارات 2 سے 4 صفحات پر مشتمل ہوتے تھے اور ان سے ملک میں تہلکہ مچ جاتا تھا، ان کی کثرت سے اشاعت کی جاتی تھی، اس زمانے میں کثرت کے معنی ایک دو ہزار کے ہوتے تھے، بعض اوقات دس دس ہزار کی تعداد میں بھی اشتہار شائع کئے جاتے تھے۔ محترم الحاج ادریش بکورہ صاحب نائب امیر سیرالیون اور منصورہ بیگم صاحبہ اہلیہ خالد سیف اللہ صاحب نائب امیر آسٹریلیا کی وفات۔

۲۹؍جولائی ۲۰۱۶ء

آجکل دنیا کے حالات بڑی تیزی سے خراب ہو رہے ہیں اور بد قسمتی سے اس کی وجہ مسلمانوں کے بعض گروہ بن رہے ہیں، مسلمان ممالک کے سربراہ بھی یہ نہیں سمجھتے کہ ان کو مسلمان مخالف طاقتیں گھیرے میں لینے کی کوشش کر رہی ہیں، اسلام کے نام پر اور جہاد کے نام پر جو ظلم ہو رہے ہیں، ان کا اسلام کی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، اسی طرح جو حکومتیں اپنے لوگوں پر ظلم ڈھا رہی ہیں ان کا بھی اسلامی تعلیم سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے، یہ کہاں لکھا ہے اسلام میں کہ معصوموں کو قتل کرو اور پھر یہ اسلام کے نام پر نہ صرف غیر مسلموں کو قتل کر رہے ہیں بلکہ مسلمانوں کو بھی قتل کر رہے ہیں۔ دہشت گرد تنظیموں نے مغربی ممالک میں ان معصوم جانوں کو قتل کرنے کے انتہائی بہیمانہ اور ظالمانہ عمل کر کے اسلام کو بدنام کرنا شروع کیا ہوا ہے، یہ بھی بعید نہیں کہ اسلام کو بدنام کرنے کے لئے اسلام مخالف طاقتیں ہی غیر مسلم ممالک میں ایسی حرکتیں ان لوگوں سے کروا رہی ہوں، جس سے اسلام بھی بدنام ہو اور ان کو مدد کے نام پر، دنیا کو دہشت گردی سے بچانے کے نام پر اپنے اڈے ان ممالک میں قائم کرنے کے لئے ایک وجہ ہاتھ آجائے، اگر صحیح اسلامی تعلیم سے یہ لوگ آگاہ ہوں تو ان کو پتہ ہونا چاہئے کہ یہ کوئی اسلامی تعلیم نہیں ہے کہ معصوموں کی قتل و غارت ہو۔ دنیا کے جو حالات ہیں اس کے لئے ہر احمدی کو ہر شر کی اور جماعت کو من حیث الجماعت دنیا میں ہر جگہ شریروں کے شر سے بچنے کے لئے ہمیں صدقات اور دعاؤں پر توجہ دینی چاہئے، خاص طور پر اس طرف توجہ دینی چاہئے جیسا کہ حضور نے فرمایا آجکل حالات خراب سے خراب تر ہوتے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ شریروں کے شر ان پر الٹائے جو اسلام کو بدنام کر رہے ہیں، اسلام کے نام پر ظلم اور تعدی کر کے اللہ تعالیٰ کے دین کو بدنام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے پکڑ کے سامان جلد پیدا فرمائے اور تمام بلاؤں اور مشکلات کو دور فرمائے۔ آنحضور ﷺ نے صدقات کے بارہ میں فرمایا کہ ابتلاؤں اور آگ سے بچنے کے لئے صدقات دو بلکہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ صدقہ کرنا ہر مسلمان پر فرض ہے، صحابہؓ کے پوچھنے پر کہ جس کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو وہ کیا کرے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ معروف باتوں اور اسلامی احکامات پر عمل کریں، نیکیوں پر عمل کرے اور بری باتوں سے روکے، یہی اس کے لئے صدقہ ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ جس نے مال کا صدقہ دے دیا وہ بیشک معروف باتوں پر عمل نہ کرے۔ مخالفین کے جماعت کے خلاف ہر حربے اور ہر حملے کو ناکام و نامراد کرے، اللہ تعالیٰ نے ہمیں قرآن کریم میں بعض دعائیں سکھائی ہیں وہ بھی پڑھنی چاہئیں اور سمجھ کر پڑھنا چاہئے، حضرت مسیح موعودؑ نے قرآنی دعاؤں کے بارہ میں ہماری یہ بھی راہنمائی فرمائی اور یہ نقطہ بیان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو دعائیں سکھائی ہیں وہ بتائی ہی اس لئے گئی ہیں کہ جب ایک مومن خالص ہو کر یہ دعائیں مانگے تو اللہ تعالیٰ انہیں قبول فرمائے، پس بلاؤں سے دور رہنے اور شرور سے محفوظ رہنے کے لئے ہمیں بھی ان قرآنی دعاؤں پر زور دینا چاہئے۔ ایوون برنان صاحب، سید نادر سیدین صاحب اور نذیر احمد ایاز صاحب صدر جماعت نیویارک کی وفات۔

۵؍اگست ۲۰۱۶ء

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ پر آنے والے مہمانوں کی خدمت کے لئے برطانیہ کے طول و عرض سے بوڑھے نوجوان بچے عورتیں اپنے آپ کو خدمت کے لئے رضاکارانہ طور پر پیش کرتے ہیں، اور جوں جوں شامل ہونے والوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، جلسہ کے انتظامات بڑھ رہے ہیں، خدمت گاروں کی بھی زیادہ ضرورت ہوتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بغیر کسی دِقّت کے اور خوشی سے بچے بھی نوجوان بھی مرد بھی عورتیں بھی اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کرتے ہیں، اکثریت نوجوانوں اور بچوں کی بھی یہ خدمت سرانجام دے کر سمجھ رہی ہوتی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعودؑ کے مہمانوں کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ بعض دفعہ بعض لوگوں کا جذبہ خدمت بیشک بہت زیادہ ہوتا ہے لیکن مزاج ہر ایک کا مختلف ہوتا ہے، بعض عدم حوصلہ کا شکار ہوتے ہیں، بعض عدم علم کی وجہ سے ایسی باتیں کر جاتے ہیں یا ایسی باتیں ان سے سرزد ہو جاتی ہیں جو مہمانوں کے لئے تکلیف کا باعث بن سکتی ہیں اور یاددہانی کروانے سے رضاکارانہ طور پر کام کرنے والے کارکن ہوشیار بھی ہو جاتے ہیں اور زیادہ توجہ سے اپنے فرائض سرانجام دینے کی کوشش کرتے ہیں ورنہ حضور کو اس معاملے میں معمولی سا بھی تحفظ نہیں ہے کہ کارکن خدمت کے جذبے سے سرشار ہو کر عموماً کام نہیں کرتے، یقیناً سب کارکن خدمت کے جذبے سے کام کرنے والے ہیں۔ آج ہمارا ہر کارکن قربانی اس لیے دیتا ہے اور اس جذبے کے تحت اسے قربانی دینی چاہئے کہ وہ

آنحضرت ﷺ کے غلام صادق کے مہمانوں کی خدمت کر رہا ہے، گو کہ یہ مہمان کو کھانا کھلانے کی قربانی حتّٰی کہ بچوں کو بھوکا سلا دینے کی قربانی بہت بڑی قربانی ہے اور آجکل تو یہ نہیں دینی پڑتی، اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے وعدہ کے مطابق دنیا میں ہر جگہ جہاں جماعتیں مضبوط بنیادوں پر قائم ہیں لنگر چل رہے ہیں اور خاص کر جلسے کے دنوں میں تو اس کا خاص اہتمام ہوتا ہے، ہم نے تو صرف اتنی خدمت کرنی ہے کہ کھانا لنگر سے مہمان کے سامنے پیش کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کے وقت بعض دنوں میں مہمانوں کی اتنی کثرت ہو جاتی تھی کہ ان کے رہنے کے لئے انتظام بھی مشکل لگتا تھا کیونکہ قادیان چھوٹی سی جگہ تھی، لیکن حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مطابق کہ پریشان نہیں ہونا اور تھکنا نہیں، بے تکلفی کے ماحول میں جو بھی سہولت مہمانوں کے لئے میسر ہو سکتی تھی، فرمایا کرتے تھے، بعض دفعہ ایسے موقع بھی آئے کہ سردیوں میں مہمانوں کی زیادتی کی وجہ سے اپنے اور اپنے بچوں کے گرم بستر مہمانوں کو مہیا کر دیئے، ایک دفعہ اتنے مہمان آ گئے کہ حضرت اماں جانؓ پریشان ہو گئیں کہ اتنے مہمان ٹھہریں گے کہاں۔ سب سے بڑھ کر کارکنوں کو بھی اور عمومی طور پر افراد جماعت کو بھی یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک کو احسن رنگ میں اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے، تمام کارکن جو اس وقت کام کر رہے ہیں جلسہ گاہ میں ان کو ہر طرح سے محفوظ رکھے، بعض دفعہ بڑے بھاری بھاری کام کرنے پڑتے ہیں اور بعضوں کو بعض دفعہ چوٹ لگنے کا بھی خطرہ ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے ہر ایک کو محفوظ بھی رکھے، اللہ تعالیٰ جلسہ کو ہر لحاظ سے بابرکت اور کامیاب بھی فرمائے، کسی بھی مخالف اور بد فطرت کے شر سے اللہ تعالیٰ جماعت کو ہر طرح محفوظ رکھے۔

۱۲/ اگست ۲۰۱۶ء

تشہد اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے فرمایا آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ شروع ہو رہا ہے انشاء اللہ، باقاعدہ افتتاح شام کو ہو گا، اللہ تعالیٰ سب شامل ہونے والوں کو ان توقعات پر پورا اترنے والا بنائے جو حضرت مسیح موعودؑ نے شاملین جلسہ سے رکھی ہیں اور تمام شامل ہونے والوں کو ان دعاؤں کا وارث بنائے جو حضرت مسیح موعودؑ نے جلسہ میں شامل ہونے والوں کے لئے کی ہیں، یہ تو ہر احمدی جانتا ہے اور اسے علم ہونا چاہئے اور اس بات کا خاص طور پر حضرت مسیح موعودؑ نے ذکر فرمایا ہے کہ جلسہ میں شمولیت کسی دنیاوی میلے میں شمولیت نہیں ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ اس بارہ میں بھی شکایات موصول ہوتی ہیں کہ مردوں اور عورتوں میں جو مارکی کے آخری حصہ میں بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں، اگر یہ شکایات درست ہیں تو ان کو چاہئے اور ڈیوٹی والوں کو بھی چاہئے کہ وہ شکایت کا موقع نہ دیں، وہ جلسہ کی کارروائی غور سے سنیں اور اس نیت سے سنیں کہ اس سے ہم نے صرف ذہنی فائدہ نہیں اٹھانا یا کسی علمی نقطہ کو سن کر وقتی فائدہ نہیں اٹھانا بلکہ اس لئے سننا ہے کہ ہمیں مستقل علمی اور روحانی فائدہ ہو، کچھ لوگوں نے اپنے پسندیدہ مقرر چنے ہوئے ہوتے ہیں اور صرف ان کی تقاریر سننے کے لئے جلسہ گاہ میں آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کیا کہ ہم نے حضرت مسیح موعودؑ کو مانا، اس احسان کا حق ہم اسی صورت ادا کر سکتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اس بات پر ہی ہم حقیقی شکر ادا کر سکتے ہیں جب ہم خالص ہو کر ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کرنے والے ہوں پس جب حضرت مسیح موعودؑ ہمیں بظاہر چھوٹی چھوٹی باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں تو اس لئے کہ چند ایک کی کمزوری کی حالت اکثریت کی سوچ نہ بن جائے، چند ایک کو دیکھ کر نئی آنے والی نسلیں یہ نہ سمجھ لیں کہ جلسوں میں بیٹھ کر باتیں کرنا اور توجہ نہ دینا جائز ہے اور اگر حضور اس حوالے سے بات کرتے ہیں تو اس لئے تا کہ یاددہانی ہوتی رہے اور اگر کوئی کمزوری ہے تو ساتھ کے ساتھ دور ہوتی رہے، تا کہ ہمارے نئے آنے والے اور ہمارے بچے اور ہمارے نوجوان اس بات کو سامنے رکھیں کہ جلسہ کی کیا اہمیت ہے۔ حضور نے فرمایا کہ حضور کو بتایا گیا کہ گزشتہ سال جلسہ میں شامل ہونے والی ایک خاتون نے کہا کہ مارکیوں میں ائیر کنڈیشنگ کا انتظام ہونا چاہئے، موسم گرم ہوتا ہے، علم ہے ہمیں اور انتظامیہ کو بھی علم ہے لیکن ایئر کنڈیشنگ کا انتظام کرنا بہت مشکل ہے، اگر ایسی صورت ہو تو دروازے کھول دینے چاہئیں کہ ہوا آتی رہے، لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ معمولی چیز ہے یا اگر پنکھوں کا بھی انتظام ہے تو یہ معمولی چیز ہے، بعض تکنیکی روکیں اور مسائل سامنے آ جاتے ہیں جن کی وجہ سے یہ انتظام نہیں ہو سکتا، پنکھوں کا انتظام کرنا بھی بعض دفعہ مشکل ہو جاتا ہے اور پھر اخراجات کو بھی مدنظر رکھنا پڑتا ہے۔ جلسہ میں شامل ہونے والے اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ نمازوں کے اوقات میں وقت پر آ کے بیٹھ جایا کریں تا کہ بعد میں آنے کی وجہ

سے شور نہ ہو، اگر کھانے کی وجہ سے دیر ہو رہی ہے تو کھانا کھلانے کی انتظامیہ، جلسہ گاہ کی انتظامیہ یا جس کے سپرد نماز کے اوقات کا انتظام ہے، انہیں اطلاع کر دیں کہ مہمان ابھی کھانا کھا رہے ہیں نماز میں دس پندرہ منٹ انتظار کر لیا جائے اور وہ حضور کو اطلاع کر دیں تو اس کا انتظار کر لیا جائے گا، حضرت خلیفۃ المسیح کو بھی باوجود کوشش کے مصروفیت کی وجہ سے چند منٹ دیر ہو جاتی ہے اور بعض دفعہ زیادہ دیر بھی ہو جاتی ہے، خاص طور پر جب غیر از جماعت مہمانوں کی ملاقاتیں ہو رہی ہوں تو دیر ہو جاتی ہے۔

۱۹/ اگست ۲۰۱۶ء

جلسہ کا جو روحانی ماحول تھا جس کا اپنوں اور غیروں سب نے اظہار کیا، جو کیفیت سب نے اپنے اندر محسوس کی، اللہ تعالیٰ کرے کہ اس کے اثرات ہمیشہ قائم رہیں اور ہم ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے بنتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے آگے اس عہد کے ساتھ جھکے رہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد ہم نے کیا ہے اور جن باتوں نے ہم پر اثر کیا ہے، ان کو ہمیشہ اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی کوشش کرتے رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسہ کے کام جلسہ سے پہلے شروع ہو جاتے ہیں اور ان کو کرنے کے لئے خدام اطفال اور انصار اپنے آپ کو وقار عمل کے لئے پیش کرتے ہیں اور جلسہ سے دو تین ہفتے قبل یہ کام شروع ہو جاتے ہیں اور تقریباً دو ہفتے بعد تک یہ سلسلہ سارے کام اور سامان کے سمیٹنے کی وجہ سے جاری رہتا ہے اور بڑی محنت اور اخلاص سے لوگ وقار عمل کرتے ہیں اور جلسہ کہ ڈیوٹیاں بھی دیتے ہیں، جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ خلیفہ وقت کی یہاں موجودگی کی وجہ سے ایک طرح سے انٹرنیشنل جلسہ ہی ہو گیا ہے، تمام دنیا کے نمائندے یہاں آتے ہیں۔ بینن سے شامل ہونے والے ایک صحافی کہتے ہیں کہ اس جلسہ کے اعلیٰ انتظامات کے بارہ میں اگر کسی کو بتایا جائے تو وہ اس وقت تک یقین نہیں کرے گا جب تک خود اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لے، آپ کے جلسہ میں شامل ہو کر مجھے امید کا پیغام ملا ہے، ہر طرف دنیا میں ذاتی مفادات کی خاطر فسادات کئے جا رہے ہیں لیکن آپ کے جلسے میں شامل ہو کر نوجوانوں اور بچوں کو دیکھ کر جو اپنی پرواہ اور فکر کئے بغیر دوسروں کی خدمت کے لئے تیار رہتے ہیں، ان نوجوانوں اور بچوں کے ذریعے ایک نئی دنیا جنم لے گی جس میں خود غرضی نہیں ہو گی بلکہ دوسروں کی خدمت کرنا اعلیٰ مقصد ہو گا اور اس اعلیٰ طریق کے ساتھ اسلام احمدیت دوسروں کے لئے آج ایک خوبصورت آئینہ کی طرح ہے جو اسلام کا ایک حسین چہرہ ہے دنیا کو دکھاتا ہے۔ جلسہ کے ماحول کو دیکھ کر لوگ بہت متاثر ہوتے ہیں پھر بھی بعض دفعہ ایسے واقعات ہو جاتے ہیں جو بعض دفعہ برا اثر ڈالتے ہیں، یہ تو اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور پردہ پوشی ہے کہ ان لوگوں کے سامنے اس طرح کے واقعات نہیں ہوتے، اس سال بھی کچھ ایسے واقعات تھے جو نہیں ہونے چاہئے تھے، بعض لوگوں نے آپس میں لڑائیاں بھی کیں اور ایسے لوگوں کو خیال رکھنا چاہئے کہ نہ صرف جماعت کی بدنامی کا باعث بن رہے ہیں بلکہ باہر سے آنے والوں کو ایک ایسا پیغام دے رہے ہیں جو اسلام سے بھی دور کر رہا ہے، ہر احمدی کو جلسہ کے دنوں میں خاص طور پر اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ اس دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے میڈیا پر بھی گزشتہ سالوں کی نسبت بہت زیادہ کوریج ہوئی ہے، مرکزی پریس اینڈ میڈیا کی رپورٹ کے مطابق کوریج جلسہ سے پہلے شروع ہو گئی تھی اور بی بی سی، ریڈیو 4، دی اکانومسٹ، دی گارڈین، دی انڈیپینڈینٹ، چینل 4، ڈیلی ٹیلی گراف، ڈیلی میل (یہ دنیا کی سب سے زیادہ آن لائن پڑھی جانے والی اخبار ہے) ڈیلی ایکسپریس، دی سن (یہ یوکے میں سب سے زیادہ پڑھی جانے والی اخبار ہے)، ریڈیو ایل بی سی، لندن لائیو ٹی وی، سکائی نیوز، چینل فائیو، سکاٹش ٹی وی، بیلفاسٹ ٹیلی گراف اور ناٹنگھم پوسٹ وغیرہ سب میں جلسہ کی کوریج ہوئی، پرنٹ اور آن لائن میڈیا کے قارئین کی تعداد 41 ملین ہے۔

۲۶/ اگست ۲۰۱۶ء

برطانیہ کے جلسہ کے دوسرے دن، اللہ تعالیٰ کے افضال کی بارش کا ذکر ہوتا ہے جہاں مختلف شعبہ جات کے اعداد و شمار پیش ہوتے ہیں، جماعت کی ترقیات کا ذکر ہوتا ہے، ان اعداد و شمار کے ساتھ حضور ان سے متعلقہ واقعات بھی بیان فرماتے ہیں لیکن ڈیڑھ دو گھنٹے میں اعداد و شمار کی تفصیل بیان نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی واقعات بیان کئے جا سکتے ہیں اور جو کاغذ حضور پڑھنے کے لئے لاتے ہیں وہ اسی طرح واپس چلے جاتے ہیں، یہ اعداد و شمار تحریک جدید نے کتابی شکل میں شائع کرنے شروع کئے ہیں، جہاں تک واقعات کا تعلق ہے وہ حضور مختلف وقتوں میں بیان کرتے رہتے ہیں۔ حضور نے فرمایا: میں کچھ واقعات پیش

کرتا ہوں، کوناکری گنی کے مبلغ لکھتے ہیں جماعتی تعارف سے متعلق دو صفحوں کا لیف لیٹ خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملک کو طول و عرض میں پھیل چکا ہے اور ہمیں ملک کے دور دراز علاقوں سے فون کالز موصول ہو رہی ہیں کہ ہم اپنے بزرگوں سے امام مہدی اور مسیح کے بارہ میں سنا کرتے تھے، اب آپ کا یہ لیف لیٹ دیکھ کر ہمیں اشتیاق ہے کہ ہم آپ سے ملیں کیونکہ ہمیں لگتا ہے کہ وہ وقت آگیا ہے جب امت مسلمہ کو ایک مصلح کی ضرورت ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت سے لوگوں سے ہمارے رابطے ہوئے اور وہ لوگ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔ برکینا فاسو ایک اور افریقہ کا ملک ہے جہاں فرنچ بولی جاتی ہے، وہاں کے مبلغ لکھتے ہیں کہ دوران سال جماعت کو ٹینکوڈ گو میں بہت خوبصورت مسجد تعمیر کرنے کی توفیق ملی، اس گاؤں میں جب احمدیت کا نفوذ ہوا تو گاؤں کے لوگوں نے امام سمیت بیعت کی تھی، اس وقت مخالف مولوی اس گاؤں میں گئے اور ان سے کہا کہ آپ احمدیت چھوڑ دیں تو ہم آپ کو اپنی بہت خوبصورت مسجد دے دیں گے، اللہ تعالیٰ کے فضل سے احمدی امام نے جماعت احمدیہ کا دامن تھامے رکھا اور جماعت کی کچی مسجد کو کویت کے پیسے یا عرب ملکوں کے پیسے سے بنائی جانے والی مسجد پر ترجیح دی۔ بیلجیئم کے مشنری انچارج لکھتے ہیں کہ ایک نو مبائع ادریس صاحب نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا، اس وقت وہ جماعت احمدیہ کے بارہ میں کچھ نہیں جانتے تھے، دو سال قبل ٹی وی پر چینلز بدل رہے تھے کہ اچانک ایم ٹی اے العربیہ پر نظر پڑی، موصوف نے ٹی وی پر جب حضرت مسیح موعودؑ کی تصویر دیکھی تو فوراً اپنا خواب یاد آگیا، انہوں نے خواب میں انہی بزرگ کو دیکھا تھا، چنانچہ انہوں نے باقاعدگی کے ساتھ ایم ٹی اے دیکھنا شروع کر دیا اس طرح ان کا دل احمدیت کی طرف مائل ہونا شروع ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس طرح مخالفین ہمارے راستہ میں روکیں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں، مخالفت میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے منہ بند کرنے کے سامان بھی کر رہا ہے اور جو نئے احمدی شامل ہو رہے ہیں ان کے ایمان میں اضافہ کا سامان بھی کر رہا ہے، یادگیر کرناٹک انڈیا کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ سال یہاں غیر از جماعت کی وجہ سے سخت مخالفت شروع ہوئی اور مخالفین باہر سے علماء کو بلا کر جماعت کے خلاف تقاریر کرواتے تھے، حضرت مسیح موعودؑ پر نہایت گندے اور جھوٹے الزامات لگائے گئے، جماعت کے خلاف عوام کو بھڑکایا گیا۔

موصیان متوجہ ہوں

تمام موصیان سے گذارش ہے کہ مالی سال 2015-16 کے چندہ حصہ آمد پر مبنی جدول ج فارم (Schedule C Form) مکمل کر کے جلد اپنے مقامی سیکرٹری وصایا کے حوالے کر دیں (براہ راست مرکز یا دفتر وصایا، مسجد بیت الرحمٰن نہ بھیجیں)۔ قبل ازیں گذشتہ اگست میں تمام موصیان کے مالی گوشوارے (Financial Statements) مقامی وصایا سیکرٹریان کو اس ہدایت کے ساتھ بھجوادی گئی تھیں کہ موصی خواتین و حضرات کو ان کے گوشوارے (Statements) مع فارم فوری طور پر پہنچادیں۔ تاہم اگر آپ کو اب تک مذکورہ دستاویزات موصول نہیں ہوئیں تو فوراً اپنے مقامی وصایا سیکرٹری (یا صدر جماعت) سے رابطہ کریں۔ دریں اثنا یہ امر ذہن نشین رہے کہ ہر سال جدول ج فارم (Schedule C Form) مکمل کر کے مرکز کو بھجوانا ہر موصی کی اپنی ذمہ داری ہے۔ اس ضمن میں صدر انجمن احمدیہ کا نافذ العمل قاعدہ (نمبر ۶۹) حسب ذیل ہے۔ "ہر موصی کے لیے لازم ہو گا کہ وہ سالانہ اصل آمد حسب نمونہ جدول ج پُر کر کے دفتر کو بھجوائے۔ فارم اصل آمد نہ آنے کی صورت میں صدر انجمن کو اختیار ہو گا کہ وہ مناسب تنبیہ کے بعد موصی کو بقایادار قرار دے کر موصی کے خلاف مناسب کارروائی کرے جو منسوخیٔ وصیت بھی ہو سکتی ہے"۔ آپ کے تعاون کے لیے ہم آپ کے مشکور ہیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

نوٹ: Schedule C Form ڈاؤن لوڈ کرنے کے لئے مندرجہ ذیل لنک استعمال کریں۔

http://www.ahmadiyya.us/departments/wasiyyat

نیشنل سیکرٹری وصایا

جماعت احمدیہ امریکہ

حضرت اماں جانؓ نہایت درجہ مخیّر تھیں

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صدقہ و خیرات کے دو پہلو ہیں۔ اور اپنے اپنے وقت پر دونوں کا اختیار کرنا نہایت ضروری ہے۔

صدقہ و خیرات کا ایک پہلو وہ ہوتا ہے جس میں اخفاء ہی اخفاء ہوتا ہے اور اظہار کا کوئی رنگ نہیں ہوتا۔ حضرت اماں جان کی ساری زندگی دادودہش سے معمور ہے اور اس میں ہزاروں واقعات ایسے ہیں کہ آپ نے دائیں ہاتھ سے دیا اور بائیں کو اسکی خبر نہ ہوئی۔ اگر وہ لوگ جن سے آپ کی کرم فرمایوں کا یہ سلوک ہوا۔ ان باتوں کا ذکر نہ کرتے تو ہمیں ان کا علم بھی نہ ہوتا۔ اور نامعلوم نیکی اور حسن سلوک کے کتنے ہی واقعات ہیں جو پردہ اخفا میں ہیں وہ چھپے ہی رہتے اور دنیا نہیں جانتی۔

حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر کرتے ہیں۔

حضرت اماں جانؓ کا دل اتنا ہی وسیع اور ہاتھ اتنے ہی لمبے ہونے چاہیے تھے جو خدا تعالیٰ کی دی ہوئی بشارتوں کی تجلیوں کے مظہر ہوں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے پاس مختلف رنگ کے مسائل اور محتاج آتے۔ حضرت اماں جانؓ اس راستہ میں نہ کبھی روکتیں اور نہ کبھی برا مناتیں کہ میری گھر کی متاع کا ایک حصہ یوں باہر جارہا ہے۔ بلکہ آپ کو خوشی ہوتی، کبھی آپ کے چہرہ پر نہ شکن آتا اور نہ کسی قسم کا خیال گزرتا بلکہ آپ دریادلی سے کام لیتیں اور اب تک یہ عادت ہے اور میں تو ایمانی رنگ میں کہتا ہوں کہ اُنہیں بے انتہا مسرت ہوتی ہے جب وہ کسی کے ساتھ سلوک کا موقع پاتی ہیں تو خدا کی حمد اور شکر کرتی ہیں۔ غرباء کی خبر گیری اور حاجت مندوں کی ضروریات کو پورا کرنا آپ اپنی زندگی کا بہت بڑا مقصد سمجھتی ہیں۔ میں نے سالہائے دراز تک دیکھا کہ سردیوں کے موسم میں پچاس لحاف تیار کر کے تقسیم فرمایا کرتی ہیں۔ آپ کا گھر ہمیشہ یتامیٰ، مساکین اور بیوگان کی پناہ گاہ رہا۔ اور آپ نے اُن سے خادموں کا سا نہیں عزیزوں کی طرح سلوک فرمایا۔

حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحبؓ تحریر فرماتے ہیں:

صدقہ و خیرات اور غریبوں کی امداد بھی حضرت اماں جانؓ کا نمایاں خلق تھا اور اس میں خاص لذّت پاتی تھیں۔ اور اس کثرت کے ساتھ غریبوں کی امداد کرتی تھیں کہ یہ کثرت بہت کم لوگوں میں دیکھی گئی ہے جو شخص بھی اُن کے پاس اپنی مصیبت کا ذکر لے کر آتا تھا حضرت اماں جان اتنے خفیہ رنگ میں مدد کرتی تھیں کی کسی اور کو پتہ نہیں چلتا تھا اُسی ذیل میں اُن کا یہ طریق تھا کہ بعض اوقات یتیم بچوں اور بچیوں کو اپنے مکان پر بلا کر کھانا کھلاتی تھیں اور بعض اوقات ان کے گھر پر کھانا بھجوا دیتی تھیں۔

حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہ تحریر کرتی ہیں۔

آپ غریبوں میں کھانا تقسیم کرتی تھیں۔ خاص چیزیں جو پکواتیں بہت کھلی اور زیادہ سب میں تقسیم کرتیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں چونکہ کم لوگ تھے۔ تو سب کو گھروں سے بلوا کر اکثر ساتھ ہی کھلوایا کرتی تھیں۔ خیرات کثرت سے فرماتی تھیں۔ غرباء کو کھانا کھلانا آپ کو بہت پسند تھا۔ حضرت مسیح موعودؑ کی پسند کی چیز تو ضرور کھلایا کرتی تھیں۔ اور گھر میں روزمرہ جب کوئی چیز سامنے آتی تو اول اول دنوں میں تو بہت فرمایا کرتی تھیں کہ یہ چیز آپ کو پسند تھی لو یہ تم کھالو پھر وہ غربا میں بھی تقسیم فرماتیں گرمی سردی کے موسموں کے پھل بھی عام طور پر تقسیم کرواتیں۔

حضرت اماں جانؓ حضرت مسیح موعودؑ کی زندگی میں بھی اور بعد میں بھی موسم سرما کے شروع ہوتے ہی اپنے خرچ سے بہت سی نئی رضائیاں تیار کروا کر غربا میں تقسیم فرمایا کرتی تھیں۔

محترمہ استانی سکینۃالنساء صاحبہ تحریر کرتی ہیں۔ کہ ایک فقیرنی کمبل اوڑھے گلے میں لمبی تسبیح ڈالے، حضرت اماں جان کے گھر آگئی اور لگی اپنی غیر معمولی کرامات کی بڑیں مارنے۔ ہم سب عورتیں جماعت کے ساتھ نماز پڑھ کر بیٹھی تھیں کہ وہ باہر شہ نشین پر بیٹھ گئی۔ عورتیں اس کو حیرت تعجب اور تماشے کے طور پر دیکھ رہی تھیں اور وہ منتظر تھی کہ میں ابھی ایک دو عورتوں کا ہاتھ دیکھ کر قسمت کا حال بتاؤں گی۔ اتنے میں اماں جانؓ نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلیں اور اُس کی مٹھی میں ایک روپیہ دے دیا۔ اماں جان تو اندر جا کر قرآن کریم پڑھنے بیٹھ گئیں اور وہ روپیہ لے کر یوں بھاگی کہ مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ (گویا حضرت اماں جانؓ کے روحانی وجود سے سخت متاثر ہوئی)

مائی امام بی بی صاحبہ محمد اکبر ٹھیکیدار کی بیوہ جن کو لمبا عرصہ خدمت کی توفیق ملی تحریر کرتی ہیں۔

حضرت اماں جان صدقہ و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں بلکہ میں

نے دیکھا ہے کہ یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور کسی کو پتہ بھی نہیں لگتا اور آپ خود بھی اس کو مخفی رکھتی ہیں۔

آمنہ بیگم اہلیہ نیک محمد خاں صاحب تحریر کرتی ہیں۔

ویسے تو حضرت اماں جانؓ کا ہاتھ صدقہ و خیرات میں باران رحمت کی طرح برستا مگر خاص کر موسم سرما کے آغاز پر آپ غربا کیلیے کپڑے بڑے اہتمام سے تیار کروا کر تقسیم فرماتیں۔ اور موسم سرما کے کھانے مثلاً رس کی کھیر مکی کی روٹی اور سرسوں کا ساگ پکوا کر غربا کے گھروں میں بھجواتیں۔ مگر ویسے بھی آپ اکثر ہر موسم میں کھانے پکوا کر لوگوں کے گھروں میں بھیجتیں بعض اوقات آپ اپنے گھر پر بلوا کر خود اپنے مبارک ہاتھوں سے ڈال کر پلیٹ غریب بچوں کے سامنے رکھتیں اور جب کھانا ختم ہو جاتا تو آپ فرماتیں بچو دعا کرو" ایک مرتبہ یتیم بچے مدعو تھے ان سب کیلیے آٹا آپ نے خود گوندھا"

محمد عبداللہ صاحب حجام قادیانی کہتے ہیں کہ میرے والد فوت ہو چکے تھے۔ میں اور میری والدہ ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے تھے۔ ایک دن حضرت اماں جانؓ میرے گھر تشریف لائیں اور میری والدہ کا نام لے کر کہا جا میری بھینس کھول کر اپنے گھر لے آ اور دونوں ماں بیٹے اس کا دودھ پیا کرو اور بیچا کرو۔

میری والدہ نے خیال کیا کہ حضرت اماں جان مذاق کر رہی ہیں اور اپنی جگہ سے نہ اٹھیں۔ جب کئی بار کہنے کے باوجود میری والدہ نہ گئیں تو اچانک مرزا ارشد بیگ مرحوم کے بولنے کی آواز آئی جو گلی میں سے گزر رہے تھے۔ حضرت اماں جانؓ نے آواز دی مرزا ارشد ادھر آجاؤ۔ جاؤ میری بھینس کھول کر لے جاؤ۔ مرزا ارشد مرحوم نے کہا بہت اچھا حضور۔ اور جھٹ بھینس کھول کر اپنے گھر لے آئے۔ اور سالہاسال اس سے فائدہ اٹھاتے رہے یہ احمدی ہو چکے تھے۔ (مرزا ارشد مرحوم محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ کے بہنوئی تھے۔ یعنی محمدی بیگم کی سگی بہن عنایت بیگم ان کی بیوی تھیں۔) (مصباح ستمبر ۱۹۷۰ء)

مکرم مولوی محمد جی صاحب ہزاروی کہتے ہیں کہ حضرت اماں جانؓ کے جود و کرم کا یہ حال تھا کہ بعض سلسلہ کے مخالفین کی مستورات کی بھی امداد فرمایا کرتی تھیں بعض نے ان سے ہاتھ کھینچنے کی درخواست کی مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔ ان مستورات کے بچوں کو خداتعالیٰ نے احمدیت میں داخل کیا۔ (الفضل ۱۹۵۲/۵/۲۴ء)

(سیرۃ و سوانح حضرت سیدہ نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ، صفحات ۴۸۰-۴۸۳)

مالی معاملات اور معاہدات

کر نہ کر

تُو اپنا مال ہمیشہ جائز اور مفید کام میں خرچ کر

تولنے کے وقت پورا تول کر دے

ماپنے کے وقت پورا ماپ کر دے

تو حتی الوسع کوئی پیشہ یا دستکاری ضرور سیکھ۔

تیرے کاموں میں بد انتظامی اور بے ترتیبی نہ ہو

تو لوگوں کے خطوط کے جواب جلد سے جلد دیا کر

تو حتی الوسع قرضہ لینے سے پرہیز کر

تُو اپنی آمدنی کا ایک حصہ ضرور پس انداز کر

تُو اپنی تجارت میں ایمانداری اور دیانت سے کام لے

اے تاجرو! تُو اپنے اپنے اشتہار میں مبالغہ نہ کر

تُو حریّت اور مساواتِ انسانی کو نہ بھول کہ سب انسان آدم کی اولاد ہیں اور تیرے بھائی۔

(کر نہ کر صفحہ ۱۹)

تاریخی خطبہ عیدالاضحیٰ اور ''وقفِ جدید'' کی نئی سکیم کا ذکر

۹؍جولائی ۱۹۵۷ء کا دن سلسلہ احمدیہ کی تاریخ میں ہمیشہ یادگار رہے گا کیونکہ اس روز سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے ولولہ انگیز خطبہ عیدالاضحیہ میں ''وقفِ جدید'' کی ایک نئی سکیم پیش کی۔ چنانچہ فرمایا:

''حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی یہ نہیں تھی جیسا کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ انہیں ذبح کرنے کے لیے حضرت ابراہیم نے زمین پر لٹا دیا تھا۔ لیکن بعد میں خدا تعالیٰ سے الہام پا کر آپ نے ذبح کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔ اور الٰہی اشارہ کی بناء پر ان کی جگہ ایک بکرا ذبح کر دیا۔ مَیں بارہا بتا چکا ہوں کہ درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو وادیٔ مکہ میں چھوڑ آنے کے متعلق یہ رؤیا دکھائی گئی تھی۔ کیونکہ ایک بے آب و گیاہ وادی میں بیٹھ جانا بھی بہت بڑی قربانی ہے۔ جیسے شروع شروع میں ربوہ میں چند آدمی خیمے لگا کر بیٹھ گئے تھے۔ تاکہ اسے آباد کیا جائے۔ وہ آدمی درحقیقت اس وقت اسمٰعیلی سُنّت کو پورا کر رہے تھے۔ وہ صرف اس لیے یہاں بیٹھ گئے تھے کہ آئندہ یہاں ربوہ آباد کیا جائے گا۔ اگر وہ قربانی نہ کرتے اور ربوہ میں آکر خیمے لگا کر نہ بیٹھ جاتے تو نہ یہ شہر بنتا نہ سڑکیں بنتیں نہ بازار بنتے۔ نہ مکانات بنتے۔ اور یہ جگہ پہلے کی طرح چٹیل میدان ہی رہتی۔

امریکہ میں جو فری تھنکنگ (Free Thinking) کی تحریک پیدا ہوئی ہے اس کا بانی ایک فرانسیسی شخص ہے۔ اس نے اپنا قصّہ یہی لکھا ہے کہ مَیں ایک دن اپنے باپ کے ساتھ ایک پادری کا وعظ سُننے گیا تو وہاں اس نے یہ کہا کہ ابراہیمؑ بڑا نیک انسان تھا۔ اس نے خدا کی خاطر اپنے اکلوتے بیٹے کے گلے پر چُھری پھیر دی وہ لکھتا ہے کہ اتفاق کی بات ہے میں بھی اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا ہی تھا میں وہاں سے نکل کے بھاگا۔ میرے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ اگر میرے باپ کو یہ خطبہ پسند آگیا تو وہ کہیں میری گردن پر بھی چُھری نہ پھیر دے۔ میں سمندر پر گیا وہاں ایک امریکہ جانے والا جہاز کھڑا تھا۔ میں اس میں گُھس گیا اور کسی کونہ میں چُھپ کر بیٹھ گیا اور اس طرح امریکہ پہنچ گیا۔ یہاں آکر مَیں نے یہ دہریوں والی تحریک جاری کی۔ غرضیکہ حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کی قربانی کو غلط شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رؤیا کا یہ مطلب تھا کہ آپ اپنی مرضی سے اور یہ جانتے بوجھتے ہوئے کہ وادیٔ مکّہ ایک بے آب و گیاہ جنگل ہے اور وہاں کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا۔ اپنی بیوی اور بچے کو وہاں چھوڑ آئیں۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ جب حضرت اسماعیل علیہ السلام بڑے ہوئے تو آپ نے اپنی نیکی اور تقویٰ کے ساتھ اپنے گرد لوگوں کا ایک گروہ جمع کر لیا اور انہیں نماز اور زکوۃ اور صدقہ و خیرات کی تحریک کر کے اور اس طرح عمرہ اور حج کے طریق کو جاری کر کے آپ نے مکّہ کو آباد کرنا شروع کیا۔ چنانچہ ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں صدیوں سے مکّہ آباد چلا آتا ہے۔ قریباً تین ہزار سال سے برابر خانہ کعبہ آباد ہے اور اس کا طواف اور حج کیا جاتا ہے پس عیدالاضحیہ کی قربانی بے شک اس قربانی کی یاد دلاتی ہے۔ مگر اس قربانی کی یاد نہیں دلاتی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ظاہری شکل میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی گردن پر چُھری پھیر دی۔ درحقیقت قربانیوں کی عید ہمیں اس طرف توجہ دلاتی ہے کہ ہم خدا کی خاطر اور اس کے بعد دین کے لیے جنگلوں میں جائیں اور وہاں جا کر خدا تعالیٰ کے نام کو بلند کریں اور لوگوں سے اس کے رسول کا کلمہ پڑھوائیں جیسا کہ ہمارے صوفیاء کرام کرتے چلے آئے ہیں۔ اگر ہم ایسا کریں تو یقیناً ہماری قربانی حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کے مشابہ ہوگی۔ ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ وہ قربانی بالکل حضرت اسمٰعیلؑ کی قربانی کی طرح ہو جائے گی کیونکہ دلوں کی کیفیت مختلف ہوتی ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے دل کی حالت اور تھی اور ہمارے زمانہ کے لوگوں کی دلوں کی حالت اَور ہے۔ مگر بہر حال وہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے مشابہ ضرور ہو جائے گی۔ پس تم اپنے آپ کو اس قربانی کے لیے پیش کرو میرے نزدیک اس زمانہ میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی قربانی کے مشابہ قربانی وہ مبلغ کر رہے ہیں جو مشرقی اور مغربی افریقہ میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ وہ غیر آباد ملک ہیں جن میں کوئی شخص خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام نہیں جانتا تھا۔ لیکن ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر انہیں خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کا نام بتایا۔۔۔ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے نوجوان افریقہ کے جنگلات میں بھی کام کر رہے ہیں مگر میرا خیال یہ ہے کہ اس ملک میں بھی اس طریق کو جاری کیا جا سکتا ہے چنانچہ مَیں چاہتا ہوں کہ اگر کچھ نوجوان ایسے ہوں جن کے دلوں میں یہ خواہش پائی جاتی ہو کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اور حضرت شہاب الدین صاحب سہروردیؒ کے نقشِ قدم پر

چلیں تو جس طرح جماعت کے نوجوان اپنی زندگیاں تحریک جدید کے ماتحت وقف کرتے ہیں وہ اپنی زندگیاں براہِ راست میرے سامنے وقف کریں تاکہ مَیں ان سے ایسے طریق پر کام لوں کہ وہ مسلمانوں کو تعلیم دینے کا کام کر سکیں۔ وہ مجھ سے ہدایتیں لیتے جائیں اور اس ملک میں کام کرتے جائیں۔ ہمارا ملک آبادی کے لحاظ سے ویران نہیں ہے لیکن روحانیت کے لحاظ سے بہت ویران ہو چکا ہے اور آج بھی اس میں چشتیوں کی ضرورت ہے۔ سہروردیوں کی ضرورت ہے اور نقشبندیوں کی ضرورت ہے۔ اگر یہ لوگ آگے نہ آئے اور حضرت معین الدین صاحب چشتیؒ۔ حضرت شہاب الدین صاحبؒ سہروردی اور حضرت فرید الدین صاحب شکر گنجؒ جیسے لوگ پیدا نہ ہوئے تو یہ ملک روحانیت کے لحاظ سے اور بھی ویران ہو جائے گا بلکہ یہ اس سے بھی زیادہ ویران ہو جائے گا جتنا مکہ مکرمہ کسی زمانہ میں آبادی کے لحاظ سے ویران تھا۔ پس میں چاہتا ہوں کہ جماعت کے نوجوان ہمت کریں اور اپنی زندگیاں اس مقصد کے لیے وقف کریں۔ وہ صدر انجمن احمدیہ یا تحریک جدید کے ملازم نہ ہوں بلکہ اپنے گزارہ کے لیے وہ طریق اختیار کریں جو مَیں انہیں بتاؤں گا۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ دنیا میں نئی آبادیاں قائم کریں۔ اور طریق آبادی کا یہ ہوگا کہ وہ حقیقی طور پر تو نہیں ہاں معنوی طور پر ربوہ اور قادیان کی محبت اپنے دل سے نکال دیں اور باہر جا کر نئے ربوے اور نئے قادیان بسائیں ابھی اس ملک کے کئی علاقے ایسے ہیں جہاں میلوں تک کوئی بڑا قصبہ نہیں وہ جا کر کسی ایسی جگہ بیٹھ جائیں اور حسبِ ہدایت وہاں تبلیغ بھی کریں اور لوگوں کو تعلیم بھی دیں۔ لوگوں کو قرآن کریم اور حدیث پڑھائیں۔ اور اپنے شاگرد تیار کریں جو آگے اور جگہوں پر پھیل جائیں۔ اس طرح سارے ملک میں وہ زمانہ دوبارہ آجائے گا جو پُرانے صوفیاء کے زمانہ میں تھا۔

(تاریخ احمدیت جلد ۱۹ صفحات ۴۷۱-۴۷۳)

جناب احمد عبدالحمید کی وفات پر

تاریخ وفات ۶/جولائی ۲۰۱۶ء بروزِ عید الفطر

رُخصت ہوا ہے خوبیاں جس کا شِعار تھا
وہ خاکسار و مِلنسار و غمگُسار تھا
ہر حالِ عُسر و یسر میں وہ پُر سِپاس تھا
راضی رضائے یار تھا، تقویٰ لباس تھا
جس نے حیات خدمتِ دیں میں گزار دی
کیا خوب ہے کہ عاقبت اپنی سنوار لی
اولاد کو بھی درسِ محبت سِکھا دیا
مردم شِناس جوہرِ قابل بنا دیا

دیں بھی ملا ہے عزتِ دنیا بھی پائی ہے
انسانیت کی جی میں بھلائی سمائی ہے
جتنی بھی خوبیاں ہیں سب پائی پدر سے ہیں
آبا کی نیک نامیاں ہوتی پِسَر سے ہیں
لے جاتا ذوق و شوق اسے قادیان میں
ملتا سکونِ دل تھا اسے قادیان میں
اک آرزو تھی دل میں رہے قادیان میں
تدفین بھی ہوئی تو ہوئی قادیان میں

صادق باجوہ۔ میری لینڈ

دنیاہے جائے فانی دل سے اسے اتارو

منہ دل در تنعم ہائے دنیا گر خدا خواہی　　کہ مے خواہد نگار من تہیدستان عشرت را

اگر خدا کا طلبگار ہے تو دنیاوی نعمتوں سے دل نہ لگا کہ میرا محبوب ایسے لوگوں کو پسند کرتا ہے جو عیش کے تارک ہوں (دُرِّ ثمین فارسی)

امتہ الباری ناصر

خوراک لباس اور رہائش انسان کی بنیادی ضروریات میں شامل ہیں۔ ہر انسان اپنی قسمت ،گنجائش اور ترجیحات کے مطابق آرائش اور آسائش حاصل کرنے کے لئے مقدور بھر کوشش کرتا ہے اور اس میں اپنی عمر عزیز کا بڑا حصہ صرف کر دیتا ہے مگر اللہ تعالیٰ سے پیار کرنے والوں کا اپنے محبوب میں استغراق انہیں دنیاوی نعماء سے بے رغبت کر دیتا ہے وہ انتہائی صبر وشکر اور استغناء کے ساتھ ان سے صرف اتنا فائدہ اٹھاتے ہیں کہ قوت لایموت قائم رہے اور وہ خدمتِ دین میں ہمہ تن مصروف رہیں۔ وہ صرف ایک کشتی کے سوار ہوتے ہیں، اپنے مولا کے پیار کی کشتی۔ اسی میں ان کا سکون ہے، اسی میں ساری اعلیٰ لذّات ہیں۔ اللہ تبارک تعالیٰ اپنے پیاروں کی تربیت میں یہ امر شامل فرما دیتا ہے کہ وہ دنیا کے لیے نہیں بنے، دنیا ان کے لیے بنی ہے۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے: 'اور اپنی آنکھیں اس عارضی متاع کی طرف نہ پسار جو ہم نے ان میں سے بعض گروہوں کو دنیوی زندگی کی زینت کے طور پر عطا کی ہے تاکہ ہم اس میں ان کی آزمائش کریں، اور تیرے رب کا رزق بہت اچھا اور زیادہ باقی رہنے والا ہے'۔ (طٰہٰ:۱۳۲)

اللہ تعالیٰ کے احکام کی روح سمجھتے ہوئے اس پر بہترین عمل کرنے والے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کا مطالعہ کریں تو یہ حقیقت کھلتی ہے کہ جس قدر دنیا سے دور ہوں گے خدا سے قرب بڑھے گا۔ آپؐ پر ہر قسم کی تنگی ترشی اور فراخی وشاہی کا وقت آیا مگر آپؐ کے دستور العمل میں فرق نہ آیا۔

آپ کی دعا تھی: 'اے اللہ مجھے مسکین بنا کر زندہ رکھنا اسی حالت میں موت دینا اور قیامت کے دن مسکینوں کی جماعت میں اٹھانا۔ (ترمذی (۳۰) کتاب الزہد، باب ۴۴)۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: 'خدا تعالیٰ نے بے شمار خزائن کے دروازے آنحضرت ﷺ پر کھول دیئے۔ سو آنجناب ﷺ نے ان سب کو خدا کی راہ میں خرچ کیا اور کسی نوع کی تن پروری میں ایک حبہ بھی خرچ نہ ہوا۔ نہ کوئی عمارت بنائی نہ کوئی بارگاہ تیار ہوئی بلکہ ایک چھوٹے سے کچے کوٹھے میں جس کو غریب لوگوں کے کوٹھوں پر کچھ بھی ترجیح نہ تھی اپنی ساری عمر بسر کی۔ بدی کرنے والوں سے نیکی کر کے دکھلائی اور وہ جو دلآزار تھے ان کو ان کی مصیبت کے وقت اپنے مال سے خوشی پہنچائی۔ سونے کے لئے اکثر زمین پر بستر اور رہنے کے لئے ایک چھوٹا سا جھونپڑا اور کھانے کے لئے نانِ جَو یا فاقہ اختیار کیا۔ دنیا کی دولتیں بکثرت ان کو دی گئیں پر آنحضرت ﷺ نے اپنے ہاتھ کو ذرا آلودہ نہ کیا اور ہمیشہ فقر کو تونگری پر اور مسکینی کو امیری پر اختیار رکھا'۔ (براہین احمدیہ روحانی خزائن جلد ا ص ۲۸۹)

حضرت رسول اکرم ﷺ کے مطیع عاشق صادق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلقِ عظیم کے ہر پہلو میں ہو بہو آپؐ کا عکس نظر آتا ہے حضرت اقدس علیہ السلام فرماتے ہیں: 'کمالاتِ متفرقہ جو تمام دیگر انبیا میں پائے جاتے تھے وہ سب رسولِ کریمؐ میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سب کمالات رسولِ کریمؐ سے ظلی طور پر ہم کو عطا کئے گئے ہیں۔ پہلے تمام انبیا ظل تھے نبی کریمؐ کی خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریمؐ کے ظل ہیں۔' (ملفوظات جلد دوم ص ۲۰۱ ایڈیشن ۲۰۰۳ مطبوعہ ربوہ)

اس مضمون میں ہم اس سراج منیر اور بدرِ کامل کی خوراک ' لباس اور رہائش میں یک رنگی کا بیان کریں گے۔

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی سیرت میں تکلف، بناوٹ دکھاوے اور تصنع کا شائبہ بھی نہ تھا۔ آپ کو بہت قریب سے دیکھنے والے حضرت ڈاکٹر میر اسمٰعیل صاحب رضی اللہ عنہ کا تجربہ اور مشاہدہ اہم ترین ہے۔ آپ نے لکھا: ' مجھے پچیس سال تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عادات و اطوار اور شمائل کو بغور دیکھنے کا موقع ملا ہے، گھر میں بھی اور باہر بھی۔ میں نے اپنی ساری عمر میں آج تک کامل طور پر تصنع سے خالی سوائے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کسی کو نہیں دیکھا۔ حضور کے کسی قول یا فعل یا حرکت وسکون میں بناوٹ

کا شائبہ تک میں نے کبھی محسوس نہیں کیا‘۔(سیرۃ المہدی ص۳۰۹)

نیز تحریر کیا: ’آپ کو دیکھ کر کوئی شخص ایک لحہ کے لئے بھی یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس شخص کی زندگی میں یا لباس میں کسی قسم کا بھی تصنع ہے یا زیب و زینت کا دلدادہ ہے ہاں البتہ وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ (۷۴:۶) کے ماتحت آپ صاف اور ستھری چیز ہمیشہ پسند فرماتے اور گندی اور میلی چیز سے سخت نفرت رکھتے۔(سیرۃ المہدی صفحہ ۴۱۸)

آپؑ نے جو جماعت قائم فرمائی اس کو ارشاد فرمایا: جو شخص دنیا کے لالچ میں پھنسا ہوا ہے اور آخرت کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ جو شخص درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم نہیں رکھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں (روحانی خزائن جلد ۱۹ ص۱۸)۔ روزمرہ زندگی میں سادگی کے ان گنت واقعات میں سے ایک جھلک دیکھتے ہیں۔

خوراک میں سادگی

آنحضرت ﷺ خیر الرازقین کی پیدا کی ہوئی ہر نعمت دسترس میں ہونے کے باوجود رضائے الٰہی کی خاطر ان سے دست کش رہے۔

حضرت عائشہؓ کے زندگی بھر کے قریبی مشاہدہ کا نچوڑ ملاحظہ ہو۔ فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور اپنے گھر میں کبھی کھانا خود سے نہیں مانگتے تھے نہ ہی اس کی خواہش کرتے تھے۔ اگر گھر والے کھانا دے دیتے تو آپ تناول فرمالیتے اور جو کھانے پینے کی چیز پیش کی جاتی قبول فرمالیتے (ابن ماجہ (۲۹) کتاب الاقتصاد باب ۴۹)۔

حضرت ابو ہریرہؓ آپؐ کی کم خوری اور سادگی کے ذکر میں روایت کرتے ہیں ”آنحضور ﷺ اس دنیا سے تشریف لے گئے مگر کبھی جو کی روٹی بھی پیٹ بھر کر نہ کھائی“(تجرید بخاری حصہ دوم ۴۱۸)۔

حضرت مقدادؓ آنحضورؐ کی کھانے سے بے نیازی کا ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں: حضورؐ کے پاس چند بکریاں تھیں جن کے دودھ پر رسول اللہؐ کے مہمان صحابہ کا گزارا ہوتا تھا۔ دستور یہ تھا کہ ہم یعنی مقداد اور ان کے دو اور مہمان ساتھی بکریوں کا دودھ خود دوہتے اور اپنا حصہ پی کر سوجاتے۔ باقی دودھ ایک پیالے میں ڈھک کر رسول اللہؐ کے لئے بچار کھتے ایک دن دینی کاموں میں تاخیر کی وجہ سے آنحضورؐ کی گھر واپسی میں تاخیر ہوگئی۔ ادھر میری بھوک کی شدت اپنے حصے کے دودھ سے کم نہ ہوئی تو دل میں خیال آیا کیوں نہ آنحضورؐ کے حصے کا دودھ پی لیا جائے۔ یہ سوچ کر کہ حضورؐ کو تو انصار وغیرہ نے دودھ پلا دیا ہوگا وہ سیر ہو کر آئیں گے اٹھا اور دودھ پی کر خالی پیالہ اسی جگہ رکھ دیا۔ آنحضورؐ کا دستور یہ تھا کہ گھر واپس تشریف لاتے اگر لوگ سوئے ہوئے ہوتے تو بڑی خاموشی سے دوسروں کو جگائے بغیر آہستہ آواز میں سلام کہتے۔ آپ تشریف لائے اور حسبِ معمول سونے سے پہلے اس طرف گئے جہاں دودھ کا پیالہ پڑا ہوتا تھا مگر پیالہ خالی تھا، ادھر میں عرقِ ندامت سے پانی پانی ہو رہا تھا کہ مجھ سے کیا حرکت سرزد ہوگئی۔ ادھر نبی کریمؐ نے بلند آواز سے یہ دعا کی کہ ’یا اللہ اس وقت بھوک کی حالت میں جو بھی مجھے کھلائے اسے کھلا اور جو بھی مجھے پلائے تو اسے پلا‘۔ کہتے ہیں تب مجھے کچھ ڈھارس بندھی میں فوراً اٹھا اور ان بکریوں کی طرف گیا جن کا دودھ پہلے دوہا جا چکا تھا۔ مگر میری حیرت کی انتہا نہ رہی کہ جب بکری کے تھن کو میرا ہاتھ پڑا تو اس کو دودھ سے بھرا ہوا پایا۔ میں نے دودھ سے اپنا برتن بھرا اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لے کر آیا۔ حضورؐ نے فرمایا پہلے تم پی لو۔ میں نے عرض کیا حضورؐ پہلے آپ پی لیں پھر میں آپ کو ساری بات عرض کروں گا۔ حضور ﷺ نے دودھ پی لیا پھر بھی باقی بچ گیا۔ حضور ﷺ نے مجھے فرمایا اب تم بھی پی لو۔ میں نے پیا جب خوب سیر ہو گیا تو بے اختیار میری ہنسی چھوٹ گئی اور میں لوٹ پوٹ ہونے لگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا مقداد کیا بات ہے؟ تب میں نے سارا قصہ سنایا کہ یارسول اللہ میں تو اس خیال سے آپؐ کے دودھ کا حصہ پی گیا تھا کہ آپ باہر سے دودھ پی کر آئیں گے مگر جب آپ نے یہ دعا کی تو میں اٹھا اور پھر یہ عجیب نشان ظاہر ہوا کہ خدا تعالیٰ نے ایک بکری کے تھنوں میں دوبارہ دودھ اتار دیا۔ میں ہنس اس لئے رہا ہوں کہ میں نے حضور ﷺ کے دودھ کا حصہ بھی پیا اور اپنا بھی اور دودھ دوہنے کے بعد پھر خدا نے مجھے پلایا، اس طرح میرے حق میں حضور ﷺ کی یہ دعا بھی پوری ہوگئی۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک برکت تھی اور یہ تمہارے ساتھی جو سو رہے ہیں ان کو اس میں سے کیوں حصہ نہ دیا۔ (مسند احمد بن حنبل جلد ۶ ص ۴)

اگر کبھی دیر سے گھر واپس تشریف لاتے تو کسی کو زحمت دیتے نہ جگاتے بلکہ خود ہی کھانا یا دودھ تناول فرمالیتے۔ (مسلم۔ کتاب الاشربہ)

آنحضرتؐ نے ایک دفعہ فرمایا: دل کرتا ہے ایک دن بھوکا رہوں ایک دن سیر ہو کر کھالوں۔ جس دن بھوکا رہوں اپنے رب سے تضرع اور دعا کروں اور سیر ہو کر اللہ کا شکر بجالاؤں۔ (ترمذی کتاب الزہد باب ماجاء فی الکفاف)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ تحریر فرماتے ہیں:

’قرآن شریف میں کفار کے لئے وارد ہے يَأْكُلُونَ كَمَا تَأْكُلُ الْأَنْعَامُ (۴۷:۱۳) اور حدیث شریف میں آتا ہے کہ کافر سات انتڑی میں کھاتا اور مومن ایک میں

۔ مراد ان باتوں سے یہ ہے کہ مومن طیب چیز کھانے والا اور دنیا دار یا کافر کی نسبت بہت کم خور ہوتا ہے۔ جب مومن کا یہ حال ہو تو پھر انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کا تو کیا کہنا۔ آنحضرت ﷺ کے دستر خوان پر بھی اکثر ایک سالن ہوتا بلکہ ستو یا صرف کھجور یا دودھ کا ایک پیالہ ہی ایک غذا ہوا کرتی تھی۔ اسی سنت پر ہمارے حضرت اقدس علیہ السلام بھی بہت کم خور تھے۔ اور بمقابلہ اس کام اور محنت کے جس میں حضور دن رات لگے رہتے تھے اکثر حضور کی غذا دیکھی جاتی تو بعض اوقات حیرانی سے بے اختیار لوگ یہ کہہ اٹھتے تھے کہ اتنی خوراک پر یہ شخص زندہ کیوں کر رہ سکتا ہے۔ خواہ کھانا کیسا ہی عمدہ اور لذیذ ہو اور کیسی ہی بھوک ہو آپ کبھی حلق تک ٹھونس کر نہیں کھاتے تھے۔' (مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ ص ۵۳۴)

آپ کا کھانا صرف اپنے کام کے لئے قوت حاصل کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا نہ کہ لذت نفس کے لئے۔ بارہا آپ نے فرمایا کہ ہمیں تو کھانا کھا کر یہ بھی معلوم نہیں ہوا کہ کیا پکا تھا اور ہم نے کیا کھایا...(مضامین حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیلؓ ص ۵۳۷)

حضرت مفتی محمد صادقؓ نے ابتدائی زمانے کی بڑی عمدہ تصویر کھینچی ہے ' ابتدا میں جب مہمان کم ہوتے تھے اور گول کمرے میں یا مسجد میں مہمانوں کو کھانا کھلایا جاتا تھا اس وقت عموماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام بھی باہر مہمانوں میں بیٹھ کر کھانا کھایا کرتے تھے۔ آپ ایک روٹی ہاتھ میں لیتے اور اس کے دو ٹکڑے کرتے۔ ایک ٹکڑا دستر خوان پر رکھ دیتے۔ دوسرے کے پھر دو ٹکڑے کرتے۔ پھر ایک ٹکڑا دستر خوان پر رکھ دیتے۔ جو ہاتھ میں رہ جاتا اس میں سے ایک چھوٹا سا ٹکڑا کاٹتے جو لمبائی چوڑائی میں ایک انچ سے کم ہوتا اور اسے سالن کے کٹورے میں ڈالتے۔ اسی طرح بہت تھوڑا سا سالن اس ٹکڑے کے ایک کنارے پر لگتا۔ پھر اسے منہ میں ڈالتے اور دیر تک اسی کو چباتے اور مہمانوں کے ساتھ باتیں کرتے رہتے اور کبھی کبھی اپنے آگے سے کوئی کھانے کی چیز اٹھا کر کسی مہمان کو دیتے یا اچار یا مربہ یا کوئی اور خاص چیز دستر خوان پر ہوتی اس میں سے کچھ ایک روٹی پر رکھ کر کسی مہمان کو دیتے۔ میری عادت تھی کہ میں بہ سبب محبت دستر خوان پر حضرت کے قریب بیٹھنے کی کوشش کرتا۔ میں دیکھتا تھا کہ حضور کے کھانے کی مقدار بہت کم ہوتی اور چند نوالوں سے زیادہ نہ ہوتی، (ذکر حبیب حضرت مفتی محمد صادق ص ۹،۱۰)۔

اللہ والوں کا یہی دستور ہے وہ کھانے کے لئے زندہ نہیں رہتے زندہ رہنے کے لئے کھاتے ہیں۔ اس طرح ان کا کھانا بھی عبادت میں شامل ہوتا ہے۔ حضرت اقدس مسیح موعودؑ نے اپنے آقا و مطاع کی اس ادا کو بھی زندہ کر کے دکھا دیا۔

'ایک دفعہ کا ذکر ہے، گورداسپور میں مقدمہ کے ایام میں جو کرم دین سے تھا ایک دن ایسا ہوا کہ مہمان کثرت سے آ گئے۔ لنگر خانہ بھی نہیں تھا۔ تمام ملازمین مہمانوں کو کھانا کھلاتے۔ حضرت صاحب کو کھانا کھلانا بھول گئے۔ بارہ بجے کے قریب جب دن ڈھلنے کو آیا تو حامد علی نے آ کر حضرت صاحب سے عرض کیا کہ حضور کھانا تو ختم ہو گیا اور مجھے اب یاد آیا کہ حضور نے کھانا تناول نہیں فرمایا اگر حضور حکم دیں تو کھانا دوبارہ تیار کیا جائے۔ فرمایا کوئی ضرورت نہیں ہے۔ ڈبل روٹی اور دودھ لے آؤ، میں وہی بھگو کر کھا لوں گا۔ فوراً حامد علی دودھ اور ڈبل روٹی کے لئے گیا۔ ڈبل روٹی تو مل گئی مگر دودھ نہ ملا۔ حامد علی نے عرض کیا حضور ڈبل روٹی تو مل گئی مگر دودھ کہیں نہیں ملتا۔ فرمایا پانی میں بھگو کر کھا لیں گے، کوئی حرج نہیں ہے۔ اور حضور نے اسی طرح کچھ ڈبل روٹی پانی میں بھگو کر کھائی اور دن بسر کر دیا۔ (سیرتِ احمدؑ مرتبہ قدرت اللہ سنوری ص ۹۶)

اسی مقدمے کے دوران ایک دفعہ آپؑ کا کھانا لاہور سے آنے والے مہمانوں کو پیش کر دیا گیا۔ آپؑ سے دریافت کیا گیا کہ دوسرا کھانا تیار کروایا جائے تو آپؑ نے فرمایا: 'کوئی ضرورت نہیں اب شام میں تھوڑی دیر ہے۔ شام کو ہی کھائیں گے اب تھوڑا سا مصری کا شربت پی لوں گا' ۔ چنانچہ حضور نے شربت پیا اور اسی طرح دن بسر کیا۔

" آپؑ کا طریق یہ تھا کہ روٹی کا ایک ٹکڑا لے کر اسے ریزہ ریزہ کر کے کھاتے ہوئے ان ریزوں کو سالن سے لگا کر کھا لیا کرتے۔ کھانا بہت آہستگی سے تناول فرماتے۔ سالن بہت ہی کم کھاتے تھے۔ استغراق اس قدر رہتا کہ اگر کسی نے کھانا لا کر سامنے رکھ دیا تو کھا لیا اور اگر گھر والوں نے بھول کر کھانا نہ بھجوایا تو کھانے کا یاد بھی نہ کروایا کرتے تھے اور فاقہ کر لیا کرتے تھے۔ کبھی کسی خاص کھانے کی فرمائش نہ کی، جو سامنے آیا کھا لیا۔ کبھی کھانے پر اظہار ناراضگی نہیں فرماتے تھے کہ نمک زیادہ ہے یا سالن مزے دار نہیں، وغیرہ۔ فرمایا کرتے تھے کہ ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کیا پکا تھا اور ہم نے کیا کھایا۔ " (سیرتِ احمدؑ مرتبہ قدرت اللہ سنوری ص ۹۶)

کھانے کے بارے میں آپ کا اپنا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کھانے کے متعلق میں اپنے نفس میں اتنا تحمل پاتا ہوں کہ ایک پیسہ پر دو وقت بڑے آرام سے بسر کر سکتا ہوں... ایک دفعہ میرے دل میں آیا کہ انسان کہاں تک بھوک کی برداشت کر سکتا ہے۔ اس کے امتحان کے لئے چھ ماہ تک میں نے کچھ نہ کھایا کبھی کوئی ایک آدھ لقمہ کھالیا، اور چھ ماہ کے بعد میں نے اندازہ کیا کہ چھ سال تک بھی یہ حالت لمبی کی جاسکتی ہے۔ اس اثنا میں دو وقت کھانا گھر سے برابر آتا اور مجھے اپنی حالت کا اخفا منظور تھا۔ اس اخفا کی تدابیر کے لئے جو زحمت مجھے اُٹھانی پڑتی تھی شاید وہ زحمت اوروں کو بھوک سے نہ ہوتی ہوگی۔ میں وہ دو وقت کی روٹی دو تین مسکینوں میں تقسیم کر دیتا۔ اس حال میں نماز پانچ وقت مسجد میں پڑھتا اور کوئی میرے آشناؤں میں سے کسی نشان سے پہچان نہ سکا کہ میں کچھ نہیں کھایا کرتا۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولوی عبدالکریمؓ ص ۶۲)

ایک اور روایت ہے کہ مرزا اسمٰعیل بیگ صاحب جنہوں نے بچپن سے آخری عہد زندگی تک حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت کی تھی، کہتے ہیں۔ میں گھر سے سات روٹیاں لایا کرتا تھا۔ چار آپ کے لئے اور تین اپنے لئے۔ ان چار میں سے آپ کے حصہ میں ایک روٹی بھی نہیں آیا کرتی تھی۔

کھانے کے عین وقت پر عنایت بیگ آتا اور دروازہ کھٹکھٹاتا تھا۔ حضور کا طریق تھا کہ ہمیشہ دروازہ بند رکھا کرتے تھے اور میں کھول دیا کرتا تھا۔ دروازہ کھلنے پر آپ ایک روٹی اور سالن کا کچھ حصہ اسے دے دیتے اور وہ وہیں بیٹھ کر کھا لیتا پھر وہ چلا جاتا اور میں دروازہ بند کر لیتا۔ تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ دستک ہوتی اور میں دروازے پر جاتا تو ایک اور شخص موجود ہوتا جس کا نام حسینا کشمیری تھا۔ اس کو اندر آنے کی اجازت ملتی۔ ایک روٹی اور سالن کا کچھ حصہ اسے دے دیتے اور وہ وہیں بیٹھ کر کھالیتا۔ پھر اس کے بعد ایک اور شخص حسینا کشمیری آتا اس کو اندر آنے کی اجازت ملتی۔ ایک روٹی اور سالن کا کچھ حصہ اسے دے دیتے۔ اس کے بعد حافظ معین الدین چلے آتے۔ اسے بھی ایک روٹی سالن کا کچھ حصہ عنایت فرماتے اور اس طرح ساری روٹیاں دوسروں کو کھلا کر خود تھوڑا سا بچا ہوا شوربا پی لیتے۔ میں ہر چند اصرار کرتا مگر میری روٹی میں سے نہ کھاتے۔ میرے اصرار کرنے پر بھی گھر سے اپنے لئے اور روٹی نہ منگواتے۔ کبھی جب میں بہت ضد کرتا کہ اگر آپ میرے حصے میں سے نہیں کھائیں گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا تو تھوڑی سی کھالیتے۔ ایسا ہی شام کو بھی ہوتا۔ البتہ شام کو ایک پیسے کے چنے منگوا کر کچھ آپ چبا لیتے، کچھ مجھے دیتے۔ (سیرت حضرت مسیح موعود علیہ السلام مصنفہ شیخ یعقوب علی عرفانی صفحہ ۲۸۹)

لباس کی سادگی

آنحضور ﷺ جن کا لباس تقویٰ ساری دنیا کے لباسوں سے زیادہ حسین تھا ستر پوشی اور گرمی سردی سے بچنے کے لئے بے حد سادہ لباس زیب تن فرماتے جو تکلفات سے عاری ہوتا تھا۔ بے جا آرائش اور نمود و نمائش آپ کے مزاج میں نہیں تھی۔ آپ کا عام لباس قمیص تہبند اور چادر ہوتا۔

حضرت عائشہؓ نے ایک دفعہ حضرت ابو بردہؓ کو کھدر کی موٹی چادر اور تہہ بند نکال کر دکھایا اور بتایا کہ وفات کے وقت آنحضورؐ نے یہ کپڑے پہن رکھے تھے۔ (بخاری کتاب اللباس باب الاکسیہ)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ اون کے موٹے کپڑے پہنتے چمڑے کے سادہ جوتے پہنتے اور جو کا دلیہ کھاتے جو پانی کے بغیر حلق سے نہیں اترتا تھا۔ (ابن ماجہ کتاب الاطعمہ باب خبز الشعیر)

حضرت عائشہؓ بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ کبھی شام کا کھانا بچا کر صبح کے لئے اور صبح کا رات کے لئے نہیں رکھتے تھے اور کبھی آپ نے دو چیزیں ایک ساتھ اپنے ذاتی استعمال کے لئے نہیں رکھیں۔ یعنی دو قمیض، دو چادریں یا دو تہہ بند اور دو جوتے کبھی نہیں رکھے اور کبھی آپ گھر میں فارغ نہیں دیکھے گئے، یا تو کسی مسکین کے لئے جوتا سی رہے ہوتے یا بیواؤں کے لیے کپڑا سی رہے ہوتے۔ (ابن الجوزی الوفا ابن جوزی جلد ا ص ۳۴۳)

آپؐ کا ارشادِ مبارک ہے: جو شخص خدا کی خاطر عاجزی اختیار کرتے ہوئے لباس (فاخرہ) ترک کرتا ہے حالانکہ وہ اس کی توفیق رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن سب مخلوق کے سامنے بلائے گا اور اسے اختیار دے گا کہ لباسِ ایمان میں سے جو چاہے اختیار کرے۔ (مسند احمد جلد ۳ ص ۴۳۹)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: اولیاء اللہ کی بھی ایسی ہی حالت ہوتی ہے کہ ان میں تکلفات نہیں ہوتے۔ وہ بہت ہی سادہ اور صاف دل لوگ ہوتے ہیں۔ ان کے لباس اور دوسرے امور میں کسی قسم کی بناوٹ اور تصنع نہیں ہوتا مگر اس وقت اگر پیرزادوں اور مشائخوں کو دیکھا جاوے تو ان میں بڑے بڑے تکلفات پائے جاتے ہیں۔ ان کا کوئی قول اور فعل ایسا نہ پاؤ گے جو تکلف سے خالی ہو گویا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ امت محمدیہ ہی میں

سے نہیں ہیں، ان کی کوئی اور ہی شریعت ہے۔ ان کی پوشاک دیکھو تو اس میں خاص قسم کا تکلف ہوگا یہاں تک کہ لوگوں سے ملنے جلنے اور کلام میں بھی ایک تکلف ہوتا ہے۔ ان کی خاموشی محض تکلف سے ہوتی ہے گویا ہر قسم کی تاثیرات کو وہ تکلف ہی سے وابستہ سمجھتے ہیں۔ برخلاف اس کے آنحضرت ﷺ کی یہ شان ہے وَمَا اَنَا مِنَ الْمُتَکَلِّفِیْنَ اور ایسا ہی دوسرے انبیاء و رسل جو وقتاً فوقتاً آئے وہ نہایت سادگی سے کلام کرتے اور اپنی زندگی بسر کرتے تھے۔ آپ کے قول و فعل میں کوئی تکلف اور بناوٹ نہ ہوتی تھی۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۳۷ مورخہ ۲۴ اکتوبر ۱۹۰۵ء ص ۵)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام لباس کے معاملے میں بھی اپنے آقا و مطاع کے نقش قدم پر تھے۔ ایسی بے نیازی کہ یقین نہ آئے۔

حضرت مولوی عبدالکریمؓ کے الفاظ میں آنکھوں دیکھا احوال دیکھئے۔ 'لباس کا یہ حال ہے کہ پشمینہ کی بڑی قیمتی چادر ہے جس کی سنبھال اور پڑتال میں ایک دنیادار کیا کیا غور و پرداخت کرتا ہے اور وقت کا بہت سا حصہ بے رحمی سے اسی کی پرستش میں صرف کر دیتا ہے حضرت اسے اس طرح خوار کر رہے ہیں کہ گویا ایک فضول کپڑا ہے۔ واسکٹ کے بٹن نیچے کے ہول میں بند کرنے سے آخر رفتہ رفتہ سبھی ٹوٹ جاتے ہیں اور فرمایا حقیقت میں ان میں تضیع اوقات بہت ہے اگرچہ آرام بھی ہے۔ فرمایا، میرا تو یہ حال ہے کہ پاخانہ پیشاب پر بھی مجھے افسوس آتا ہے کہ اتنا وقت ضائع جاتا ہے، یہ بھی کسی دینی کام میں لگ جائے، اور فرمایا کوئی مشغولی اور تصرف جو دینی کاموں میں حارج ہو اور وقت کا کوئی حصہ لے مجھے سخت ناگوار ہے۔ اور فرمایا جب کوئی دینی ضروری کام آپڑے تو اپنے اوپر کھانا پینا اور سونا حرام کر لیتا ہوں... ایک روز فرمایا کہ ہم تو اپنے ہاں کے کاتے اور بنائے ہوئے کپڑے پہنا کرتے تھے اب خدا تعالیٰ کی مرضی سے یہ کپڑے لوگ لے آتے ہیں۔ ہمیں تو اللہ بہتر جانتا ہے ان میں اور ان میں کوئی تفاوت نظر نہیں آتا'۔ (سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولوی عبدالکریمؓ ص ۴۰)

ایک دفعہ لدھیانہ میں آپ سیر کو تشریف لے جا رہے تھے۔ پیر میں جو جوتا تھا اس کو پیوند لگے ہوئے تھے اور بدزیب معلوم ہوتا تھا۔ میں آپ کی ہمراہی سے ہٹ کر ایک دکان پر گیا اور آپ کے پیر کا بہت سبک جوتا خرید کر لے آیا۔ آپ مجھے سیر سے واپسی پر ملے، میں جوتا لئے ساتھ چلا آیا اور مکان پر پیش کیا کہ حضور وہ جوتا برا لگتا ہے۔ آپ نے جزاکم اللہ فرما کر نیا جوتا رکھ لیا اور پہن کر بھی دیکھا تو بہت ٹھیک تھا۔ اگلے دن جب حضور سیر کو تشریف لے گئے تو وہ پرانا جوتا گٹھا ہوا پہنا ہوا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ حضور نے تو وہی پرانا جوتا پہن لیا۔ آپ نے فرمایا 'مجھے اس میں آرام معلوم ہوتا ہے اور اس سے پیر کو موافقت ہو گئی ہے'۔ (روایات ظفر اصحاب احمد جلد ۴)

'حضرت اقدس عموماً لباس میں صفائی کے ساتھ سادگی پسند فرماتے تھے۔ مزاج میں تکلف نہ تھا۔ اگر رومال ملنے میں دیر ہو تو پگڑی کے شملے سے منہ پونچھ لیا کرتے تھے۔ پگڑی کے اندر ٹوپی ہمیشہ رکھا کرتے تھے۔ پگڑی سفید ہوتی تھی۔ کپڑوں کے متعلق کوئی خاص طرز نہ تھی۔ میں نے اپنی بیوی سے سنا ہے کہ حضرت ام المومنینؓ جیسے کپڑے نکال کر دے دیتیں وہی پہن لیتے تھے۔ البتہ ایک موقع پر جب کہ امریکہ سے ایک امریکن مرد اور عورت آپ کی زیارت کو آئے تو حضور نے خاص اہتمام سے لمبی قبا پہنی اور کمر پر پٹکا باندھا۔ جوتے کے متعلق بھی سادگی مدِ نظر تھی۔ عموماً جوتے کی ایڑی بیٹھی رہتی تھی۔ جوتا دیسی ہی پہنتے تھے۔ ایک مرتبہ کسی دوست نے انگریزی جوتا لاکر پیش کر دیا۔ آپ نے دایاں بایاں پاؤں پہننے کے لئے نشان کر لئے لیکن دیر نہ ہونے پائی تھی کہ آپ نے اس کا پہننا ترک کر دیا، اور فرمایا اس کے پہننے میں وقت خرچ ہوتا ہے، ہمیں ان تکلفات سے کیا غرض، ہمارا وقت قیمتی ہے۔ اس طرح انگریزی جوتا پہننا ترک کر دیا اور وہی سادہ دیسی جوتا پہنتے رہے۔ حضور کو خوشبو کا شوق تھا اور کپڑوں کو ہمیشہ خوشبو لگی رہتی تھی۔ گرم کپڑے آپ ہمیشہ پہنتے تھے۔ کبھی کبھی پوستین بھی پہنا کرتے تھے۔ (سیرتِ احمدؑ مرتبہ قدرت اللہ سنوری ص ۱۳۲)

حضرت ڈاکٹر میر محمد اسمٰعیل تحریر فرماتے ہیں: کپڑوں کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کوٹ صدری ٹوپی عمامہ رات کو اُتار کر تکیہ کے نیچے ہی رکھ لیتے اور رات بھر تمام کپڑے جنہیں محتاط لوگ شکن اور میل سے بچانے کو الگ کھونٹی پر ٹانگ دیتے ہیں، وہ بستر پر اور جسم کے نیچے ملے جاتے اور صبح کو ان کی ایسی حالت ہو جاتی کہ اگر کوئی فیشن کا دلدادہ اور سلوٹ کا دشمن ان کو دیکھ لے تو سر پیٹ لے۔ (سیرۃ المہدی صفحہ ۴۲۳)

جوتی آپ کی دیسی ہوتی خواہ کسی وضع کی ہو۔ پٹھواری 'لاہوری' 'لدھیانوی' سلیم شاہی، ہر وضع کی پہن لیتے مگر ایسی جو کھلی کھلی ہو۔ انگریزی بوٹ کبھی نہیں پہنا۔ گرگابی حضرت صاحب کو پہنے ہم نے نہیں دیکھا۔ جوتی اگر تنگ ہوتی تو اس

کی ایڑی گٹھا لیتے مگر ایسی جوتی کے ساتھ باہر تشریف نہیں لے جاتے تھے۔ (سیرۃالمہدی ۴۲۲)

ابتدا سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند
شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار

رہائش کی سادگی

حضرت عبداللہؓ بیان فرماتے ہیں کہ چٹائی پر لیٹنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کے جسم پر نشانات تھے جنہیں دیکھ کر عرض کی ہماری جان آپؐ پر فدا ہو اگر آپؐ اجازت دیں تو ہم اس چٹائی پر کوئی گدیلہ وغیرہ بچھادیں جو آپؐ کو اس سے محفوظ کردے گا۔ آپؐ نے فرمایا: مَا أَنَا وَالدُّنْيَا إِنَّمَا أَنَا وَالدُّنْيَا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا کہ مجھے دنیاوی لذتوں سے کیا غرض؟ میری اور دنیا کی مثال تو ایسی ہے جیسے ایک مسافر ہو جو ستانے کے لئے سایہ دار درخت کے نیچے کچھ دیر کے لئے بیٹھ جاتا ہے اور پھر اسے چھوڑ کر سفر کے لئے روانہ ہو جاتا ہے۔(ابنِ ماجہ کتاب الزہد باب مثل الدنیا)

آپ کا اپنا کھانا پینا لباس بستر وغیرہ سب سادہ تھے۔ زمین پر بچھونا ڈال کر سو جاتے بستر یا گدا چمڑے کا تھا جس کے اندر کھجور کے پتے اور ان کے ریشے بھرے ہوتے۔(بخاری ۸۴ باب الرقاق باب ۱۷)

'حضرت مولوی عبدالکریمؓ صاحب فرماتے ہیں:

حضرت مکان اور لباس کی آرائش اور زینت سے بالکل غافل اور بے پرواہ ہیں۔ خدا کے فضل و کرم سے حضور کا یہ پایہ اور منزلت ہے کہ اگر چاہیں تو اپنے مکان کی اینٹیں سنگ مرمر کی ہو سکتی ہیں اور آپ کے پاانداز سندس و اطلس کے بن سکتے ہیں مگر بیٹھنے کا مکان ایسا معمولی ہے کہ زمانے کی عرفی نفاست اور صفائی کا جاں دادہ تو ایک منٹ کے لیے وہاں بیٹھنا پسند نہ کرے۔ میں نے بارہا وہ لکڑی کا تخت دیکھا ہے جس پر آپ گرمیوں میں باہر بیٹھتے ہیں۔ اس پر مٹی پڑی ہوئی ہے اور میلا ہے جب بھی آپ نے نہیں پوچھا اور جب کسی نے خدا کا خوف کرکے مٹی جھاڑ دی ہے جب بھی التفات نہیں کیا کہ آج کیسا صاف اور پاک ہے۔ غرض اپنے کام میں اس قدر استغراق ہے کہ ان مادی باتوں کی مطلق پرواہ نہیں۔ جب مہمانوں کی ضرورت کے لئے مکان بنانے کی ضرورت پیش آئی ہے بار بار یہی تاکید فرمائی ہے کہ اینٹوں اور پتھروں پر پیسہ خرچ کرنا عبث ہے اتنا ہی کام کرو کہ چندروز بسر کرنے کی گنجائش ہو جائے۔ نجار تیر بندیاں اور تختے رندے سے صاف کر رہا تھا کہ روک دیا کہ یہ محض تکلف اور ناحق کی دیر لگانا ہے۔ فرمایا: اللہ جانتا ہے کہ ہمیں کسی مکان سے کوئی اُنس نہیں۔ ہم اپنے مکانوں کو اپنے پیارے اور اپنے دوستوں میں مشترک جانتے ہیں اور بڑی آرزو ہے کہ ایسا مکان ہو کہ چاروں طرف ہمارے احباب کے گھر ہوں اور درمیان میں میرا گھر ہو اور ہر ایک گھر میں میری ایک کھڑکی ہو کہ ہر ایک سے ہر ایک وقت واسطہ ورابطہ رہے'۔(سیرت حضرت مسیح موعودؑ از حضرت مولوی عبدالکریمؓ ص ۳۹، ۴۰)

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام تحریر فرماتے ہیں: اِنَّمَا الدُّنیا لعبٌ وَّ لَھو دنیا اور دنیا کی خوشیوں کی حقیقت لہوولعب سے زیادہ نہیں کیونکہ وہ عارضی اور چند روزہ ہیں اور ان خوشیوں کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان خدا سے دور جا پڑتا ہے مگر خدا کی معرفت میں جو لذت ہے وہ ایسی چیز ہے کہ جو نہ آنکھوں نے دیکھی اور نہ کانوں نے سنی اور نہ کسی اور حس نے اسے محسوس کیا۔ وہ ایک چیر کر نکل جانے والی چیز ہے۔ ہر آن ایک نئی راحت اس سے پیدا ہوتی ہے جو پہلے نہیں دیکھی ہوتی۔(ملفوظات جلد اول ص ۱۱۲ ایڈیشن ۲۰۰۳ مطبوعہ ربوہ)

حضرت اقدسؑ نے ساری عمر کرایے کے یکے ٹانگے میں سفر کرتے گزار دی اپنے لئے کوئی اہتمام نہ کیا۔ کوئی جائداد بنائی نہ ورثہ چھوڑا۔

ہم اسی کے ہو گئے ہیں جو ہمارا ہو گیا
چھوڑ کر دنیا ئے دوں کو ہم نے پایا وہ نگار

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کی ان روشن مثالوں کو دیکھ کر اپنی عملی اصلاح کریں تاکہ ہمارا خالق و مالک ہم سے راضی ہو جائے۔ آمین اللھم آمین۔

اے دوستو پیارو عقبیٰ کو مت بسارو
کچھ زاد راہ لے لو کچھ کام میں گزارو
دنیا ہے جائے فانی دل سے اسے اتارو
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی
جی مت لگاؤ اس سے دل کو چھڑاؤ اس سے
رغبت ہٹاؤ اس سے پس دور جاؤ اس سے
یارو یہ اژدھا ہے جاں کو بچاؤ اس سے
یہ روز کر مبارک سبحان من یرانی

قبولیت احمدیت کی برکات اور خلفاء کی شفقتیں

(زبیدہ بیگم نعیم والدہ منعم احمد نعیم۔ شکاگو، امریکہ)

خاکسارہ محترم کریم احمد نعیم صاحب ابن حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ (صحابی حضرت مسیح موعودؑ و معالج خصوصی حضرت مصلح موعودؓ) کی اہلیہ ہے۔ کریم احمد نعیم صاحب 56 سالہ ازدواجی زندگی گزارنے کے بعد 16 مئی 2007ء کو ہیوسٹن امریکہ میں وفات پا گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ نہایت دیندار، خوش اخلاق اور باوقار انسان تھے۔ پاکستان میں 16 سال بطور امیر ضلع میانوالی اور امریکہ میں مقامی سیکرٹری مال اور انصار اللہ کی تنظیم میں دینی خدمات بجالاتے رہے۔ ہمیشہ ہمارا بہت خیال رکھا۔ اُن کے والد حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کا ہمارے خاندان پہ سب سے بڑا احسان یہ تھا کہ انہوں نے ہمارے خاندان کو احمدیت سے روشناس کروایا۔

میرے ابّا جان ڈاکٹر شیخ غلام حیدر صاحب کا تعلق لاہور سے تھا۔ اُن کا کلینک اور بلڈ ٹیسٹ کی لیبارٹری تھی۔ ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحبؓ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے معالج تھے۔ اُن کی دوائیوں اور بلڈ ٹیسٹ کے سلسلہ میں لاہور آتے تھے۔ اِس دوران ابّا جان سے اُنکی ملاقات ہوئی جو دوستی میں بدل گئی۔ ہمارے گھر میں آنے جانے لگے۔ آپ نے احمدیت کا پیغام میرے ابّا جان کو دیا میرے ابّا جان جو انتہائی شریف النفس، متقی، صالح، پنجوقتہ نماز کے پابند، تہجد گزار، غریب پرور انسان تھے۔ ڈاکٹر صاحب سے احمدیت کے بارے میں سُنا تو دل سے قبول کیا۔ ابّا جان اپنے سب بہن بھائیوں میں بڑے تھے۔ ہمارے دادا نابینا تھے میرے ابّا جان نے سب بہن بھائیوں کی شادیاں کروائیں۔ غرباء کا علاج بغیر فیس لیے کرتے تھے اور بیواؤں کا خیال رکھنے والے تھے۔ رشتہ داروں میں آپکی بہت عزت تھی۔ جب احمدیت قبول کرنے کا ارادہ کیا تو سوچا، سب کو چھوڑنا پڑے گا اور سب مخالف ہو جائیں گے۔

اس دوران اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایک معجزہ دکھایا جس کا ذکر ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کی سوانح ''ایازِ محمود'' میں بھی درج ہے۔ آپ اپنی فیملی کو لے کر کشمیر کی سیر کے لیے گئے وہاں ایک حادثے میں اللہ تعالیٰ نے آپ کے خاندان کے سب افراد کو معجزانہ طور پر بچایا۔ بس ایک ٹرک سے ٹکرائی اور ایک کھڈ میں جا گری۔ دروازہ کھلا اور سب کے سب افراد کھڈ میں جا گرے۔ میرے ابّا جان نے یہ نظارہ دیکھ کر کہا: میں نے بیعت کا ارادہ کیا تھا مگر کی نہیں یہ اُس کی سزا ہے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے مدد بھیجی۔ ایک امریکن ٹیم وہاں سروے کر رہی تھی اُنہوں نے آکر مدد کی اور سب کو کھڈ سے نکالا۔ خدا کے فضل سے سوائے ایک ملازمہ اور ڈرائیور کے سب بچ گئے۔ ابّا جان نے واپس جا کر سارے خاندان کی مخالفت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے 1939ء میں حضرت مسیح موعودؑ کے پیغام کو قبول کیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ امی جان نے بھی اقرار کر لیا۔ لیکن بچہ کی پیدائش قریب تھی اس لیے بیعت کے لیے قادیان نہ جا سکیں۔

ابّا جان خاندان کے بڑے تھے۔ نذر نیاز کا انتظام بھی سارے خاندان کے لیے آپ کے سپرد تھا۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس کے بعد بہت سے ابتلاء بھی آئے پر اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ حفاظت فرمائی۔

1953ء میں ایک دفعہ احراریوں کا ایک جلوس ہمارے مکان کو آگ لگانے کے لیے آگیا۔ ہمارے ماموں ہمیں زبردستی ہمارے گھر سے نکال کر لے گئے۔ ابّا جان تو مانتے نہیں تھے۔ اُنہیں تو اللہ تعالیٰ پر یقین تھا۔ جلوس والے مٹی کا تیل چھڑک کر مکان کو آگ لگانے کا ارادہ کر رہے تھے کہ اُن میں سے اُن کے سربراہ نے، جو بعد میں آیا، پوچھا: یہ کس کا مکان ہے؟ بتایا: ڈاکٹر غلام حیدر کا مکان ہے۔ اُس نے کہا یہ تو اتنے نیک شخص ہیں غریب مریضوں سے فیس بھی نہیں لیتے، بیواؤں اور یتیموں کا خیال رکھتے ہیں، ایک بار میں بیمار تھا تو اُنہوں نے مجھ سے فیس بھی نہ لی بلکہ مجھے رقم دی، میں اُن کا مکان جلنے نہیں دوں گا۔ میری لاش پر سے گزر کر جانا ہو گا۔ اس طرح یہ جلوس واپس چلا گیا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح اپنے نیک بندوں کی حفاظت اور مدد کرتا ہے۔ الحمد للہ

ابّا جان اپنی بیعت کے بعد ہم سب بہن بھائیوں کو بیعت کے لیے قادیان لے گئے۔ سوائے ہماری بڑی بہن جن کی شادی طے ہو چکی تھی۔ لاہور کے رئیس تھے۔ اُن کے سُسر احمدیت کے بہت مخالف تھے۔ ابّا جان نے بہت کوشش کی لیکن وہ احمدی نہ ہو سکے۔ ہماری آپا اگرچہ قادیان بھی جاتی تھیں اور حضرت اُم

ناصرؓ، حضرت اُم وسیمؓ، حضرت اُم طاہرؓ سے ملیں۔ حج بھی کئے۔ لیکن بیعت نہ کر سکیں۔ جب ہمارے ابّا جان ہم سب بچوں کو بیعت کے لیے لے کر گئے اُن دنوں ہماری اُمی بیمار تھیں بچہ کی پیدائش قریب تھی اور تکلیف بہت تھی تو کہا کہ میں بعد میں جاکر بیعت کر لوں گی لیکن بچہ کی پیدائش کے وقت بچہ مردہ پیدا ہوا اور اُس میں اُن کی وفات بھی ہو گئی۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اُمی جان کی وفات کے بعد ابّا جان بہت پریشان ہوئے چھوٹے بچے اور سارا خاندان مخالف تھا۔ حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب جب لاہور تشریف لائے تو اِس بات کا ذکر ابّا جان نے اُن سے کیا اور اپنی پریشانی بتائی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب نے واپس جاکر ساری بات حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں عرض کی۔ ہزاروں رحمتیں اور برکتیں ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر اُنہوں نے ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کو جو ہر وقت حضور کے ساتھ ہی رہتے تھے، فرمایا: اپنی بیٹی زینب کی شادی ڈاکٹر غلام حیدر سے کر دو یہ بہت مخلص ہو کر احمدی ہوئے ہیں اور اِن کی اولاد ضائع نہیں ہونی چاہئے اور فرمایا کہ زینب کو یہ قربانی دینی پڑے گی۔ حضرت ڈاکٹر صاحب اپنے آقا کا حکم کیسے ٹال سکتے تھے۔ گھر جا کر اپنی اہلیہ سے ذکر کیا۔ وہ یہ سن کر پہلے تو بہت پریشان ہوئیں۔ عمر کا فرق اور بچوں کا ساتھ۔ آپ حضرت اماں جانؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور اُن کو بتایا کہ حضور نے میری بیٹی کے لیے یہ فیصلہ کیا ہے۔ حضرت اماں جانؓ فرمانے لگیں "کیا میں نے اپنی مبارکہ کا رشتہ ایسے ہی نہیں کیا" تم کیوں گھبرا رہی ہو۔ اس پر (اماں جی) اہلیہ ڈاکٹر صاحب کو تسلی ہوئی۔ اور اس طرح یہ شادی طے ہوئی۔ حضرت اماں جانؓ نے شادی کی تیاری میں حصہ لیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی سب ازواجِ مطہرات حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ، حضرت اُم طاہر صاحبہؓ اور حضرت اُم وسیم صاحبہؓ سب نے مل کر شادی کی تیاری کی۔ بارات بھی حضرت مسیح موعودؑ کے گھر دارالمسیح میں ٹھہری مخالفت کی وجہ سے چھ سات لوگ تھے۔ میں بھی شامل ہوئی میری عمر 10 سال تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے نکاح پڑھایا جو الفضل میں شائع ہوا۔

یہ شادی برکتوں اور فضلوں کا موجب بنی۔ ابّا جان نے میری والدہ ثانی (زینب بیگم صاحبہ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کرے) کا بہت خیال رکھا۔ ابّا جان نے ملازمہ رکھ کر دی تا کہ اُن پر بچوں کا بہت بوجھ نہ پڑے۔ آپا نے ہمارا بھی بہت خیال رکھا غیر احمدی رشتہ داروں سے بھی محبت اور شفقت کا سلوک کیا یہ ہم پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بہت عظیم احسان ہے جو آپؓ نے ہمارے خاندان پر کیا۔ ہمارے خاندان کو تباہ ہونے سے بچالیا یہ سب احمدیت کی برکت اور خلافت سے وابستگی کا صلہ تھا۔ الحمد للہ

اور آپ کے یہ الفاظ "اِن کے بچے ضائع نہیں ہونے چاہئیں" ایک دعا بن کر ہمارے خاندان کے لیے موجبِ رحمت ہوئے۔ الحمد للہ

نئی اُمی کے آنے سے گھر کا ماحول اور بھی دیندار ہو گیا۔ اس طرح ہم اپنی اُمی آپا زینب کے ساتھ جلسوں پر اور چھٹیوں میں قادیان آنے جانے لگے۔ دارالمسیح سے ملحق نانا جان حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب کے گھر پر ٹھہرتے اور روحانی ماحول سے مستفیض ہوتے اور خاندان حضرت مسیح موعودؑ کی قربت حاصل ہونے کے مواقع بفضلِ خدا ملتے رہے۔ ہماری نانی جان حضرت اماں جی صاحبہ جب بھی اپنے ہاتھ سے دہی بڑے یا کچھ خاص کھانا پکا کر حضرت اماں جانؓ کے لیے بھجواتیں تو میں بھی نعیمہ اور ثمینہ (رشتہ میں میری خالائیں تھیں) کے ساتھ جاتی۔ ہم اماں جان کے کمرہ میں جانے سے ہچکچاتے تو وہ ہمیں اندر سے دیکھ کر کہتیں "بی بی آجاؤ" "اندر آجاؤ"۔ ہم اندر جاتے گاؤ تکیے لگے ہوتے اور پاس بڑا سا پاندان رکھا ہوتا۔ خاص دہلی کے خاندان سے تھیں۔ اس طرح مجھے کئی بار اُن کے دیدار کا موقع ملا۔

میں حضرت اماں جان کے جنازہ میں بھی شامل ہوئی۔ قادیان کے جلسہ پر نعیمہ اور ثمینہ کے ساتھ ڈیوٹیاں دینے کا، رمضان میں درس سننے کا موقع ملا۔ مڈل سکول بھی میں نے قادیان سے کیا۔ حضرت بی بی امتہ المتین صاحبہ میری کلاس فیلو ہوتی تھیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی سب ازواج مطہرات ہم سے بہت پیار کا سلوک کرتی تھیں۔ اُس طرح شروع ہی سے مجھے خاندان اقدس حضرت مسیح موعودؑ، حضرت اماں جانؓ اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خاندان کی شفقتیں اور محبتیں ملی۔ الحمد للہ

ازواج مطہرات حضرت سیدہ اُم ناصر صاحبہؓ، حضرت اُم طاہر صاحبہؓ اور حضرت اُم وسیم صاحبہؓ سب نے ہمیشہ بہت پیار کا سلوک کیا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی بیٹیوں خاص طور پر بی بی امتہ الرشید بیگم صاحبہ، بی بی امتہ القیوم صاحبہ کے کمرہ میں ہم اکٹھے ہوتے۔ ساتھ نمازیں پڑھتے۔ بی بی امتہ الحکیم صاحبہ (والدہ امتہ السبوح بیگم صاحبہ) نماز میں بہت لمبے لمبے سجدے کرتیں اور اگر نماز میں کوئی بات کرتا تو علیحدہ جاکر نماز پڑھتیں۔ اُنہیں "بزرگ بی بی" کہتے تھے۔ یہ بات

میں نے لندن میں حضرت آپا جان امتہ السبوح بیگم صاحبہ کو اُن کی اُمی (بی بی امتہ الحکیم صاحبہ) کے بارے میں بتائی اور یہ کہ آپ کی والدہ کے لیے سجدے اور دعائیں تھیں کہ آج آپ کو خلیفۂ وقت کی بیگم ہونے کا شرف حاصل ہوا۔

میری عمر قریباً ۱۵،۱۴ سال ہو گی، مجھے دینی کتابیں پڑھنے کا شوق تھا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نمازوں کی پابندی ہمارے ابّا جان نے ہمیں سکھائی تھی۔

ہمارے پھوپھا جن کا گھر ہمارے گھر کے بالکل سامنے تھا۔ وہ احمدیت کی بہت مخالفت کرتے تھے۔ کبھی ہم اُن کے بچوں کے ساتھ اُن کے گھر جاتے تو ہمیں احمدیت پر اعتراض کی باتیں کہتے۔ یہ بھی کہتے کہ تم قادیان جاتے ہو وہاں پر تو بہشتی مقبرہ اور حوریں ہیں، میں نے اُن کو بتایا کہ ہم نے تو آپ کچھ نہیں دیکھا۔ بہر حال میں دعا کرتی تھی کہ اللہ مجھے احمدیت کی سچائی کا کوئی نشان دکھائے تاکہ میں ان کو بتا سکوں۔

رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ ابّا جان سب کو تہجد کی نماز کے لیے اُٹھاتے تھے۔ ایک رات تہجد کی نماز کے لیے اُٹھنے سے پہلے میں نے خواب میں چاند کی روشنی سے آسمان پر لکھا ہوا دیکھا۔ "دنیا میں ایک نذیر آیا اور دنیا نے اُسکو قبول نہ کیا"۔ میں گھبرا کر اُٹھی، میرا تمام جسم کانپ رہا تھا۔ اُٹھ کر پانی پیا اور ابّا جان بھی اُس وقت جاگ رہے تھے۔ میں نے اپنا خواب ابّا جان کو سنایا تو ابّا جان نے تسلی دلائی کہ احمدیت سچی ہے۔

میں نے صبح اُٹھ کر جا کر یہ خواب اپنے پھوپھا کو سنائی۔ لیکن وہ نہ مانے اللہ تعالیٰ معاف کرے انجام اچھا نہ ہوا (میرے سامنے فوت ہوئے)۔

اُس کے بعد مجھے کسی نے بتایا کہ احمدی حج پر نہیں جاتے۔ مجھے اُن دنوں کتابیں پڑھنے، عشقِ رسول اور حج پر جانے کا شوق دل میں تھا۔ یہ سن کر میں بہت پریشان ہوئی۔ کہ اب احمدی ہو گئی ہوں اب میں وہاں نہیں جا سکوں گی۔ روضہ اقدس پر نہ جا سکوں گی۔ بہت رو رو کر دعا کی۔ رمضان المبارک کا مہینہ تھا آخری عشرہ میں خواب میں حج کا نظارہ دیکھا اور آنحضرت ﷺ کی کچی تربت (قبر) دیکھی اور میں رو رہی ہوں، دربان نے مجھے روتے دیکھ کر اندر جانے سے نہیں روکا۔ یہ جمعہ کا دن تھا، اپنا خواب کسی بزرگ خاتون کو سنایا اُنہوں نے کہا تم کبھی نہ کبھی حج پر ضرور جاؤ گی۔

میرا یہ خواب بفضلِ خدا 40 سال کے بعد امریکہ آنے کے بعد پورا ہوا اور یہ بھی ایک معجزہ تھا۔ 1980 میں جبکہ پاکستان میں احمدیوں پر کفر کا فتویٰ لگا ہوا تھا اور احمدیوں کے لیے حج کا ویزا لینا ناممکن تھا اور امریکہ میں بھی ویزا آفس میں مولوی بیٹھے تھے اور دل میں یہ ڈر تھا کہ اگر اس نے ہم سے یہ سوال کر لیا تو نہ معلوم ویزہ ملتا ہے کہ نہیں اتنی دیر میں جب ہماری باری آنے لگی تو وہ مولوی اپنی سیٹ سے اُٹھ کر چلا گیا اور اپنی جگہ ایک نوجوان لڑکے کو کام دے دیا۔ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہوا ہمارا ویزا آسانی سے لگ گیا اور میرا یہ خواب اور میرے بہت احسان کرنے والے خاوند جنہوں نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے حج کروائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں وعدہ پورا کرنے کی توفیق دی۔ الحمد للہ

تقسیمِ برِّ صغیرِ ہند کے بعد حضرت مصلح موعودؓ خاندان حضرت مسیح موعودؑ لاہور منتقل ہو گئے اُن کی رہائش رتن باغ میں تھی۔ حضرت حشمت اللہ خان صاحب (نانا جان) اور جماعت کے کئی بزرگان جودھامل بلڈنگ اور ایک سیمنٹ کی بلڈنگ تھی وہاں ہی سب احمدی خاندان آباد ہوئے۔

میری شادی آپا زینب کے چھوٹے بھائی کریم احمد نعیم صاحب فرزندِ دوئم حضرت حشمت اللہ خان صاحب سے طے ہوئی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے مجھے صحابہ کے خاندان میں شامل کر لیا۔ جب رشتہ آیا تو ابّا جان نے مجھے خود استخارہ کرنے کو کہا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعودؑ گھوڑے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اِن کے پیچھے حضرت ڈاکٹر حشمت اللہ خان صاحب بیٹھے ہوئے ہیں۔ دوسرے دن خواب میں دیکھا کہ اماں جی (میری ساس) اونچی کرسی پر بیٹھی ہیں اور اُنہوں نے مجھے بلا کر انگوٹھی پہنائی ہے۔ اس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ رشتہ بابرکت ہے۔ نکاح کے وقت اماں جی نے حضرت اُمِ ناصر صاحبہؓ سے انگوٹھی پہنانے کی درخواست کی اور خواتین مبارکہ خاندان حضرت اقدس مسیح موعودؑ اس تقریب میں شامل ہوئیں اور میری زندگی کے اس دور کا آغاز بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ اور خاندان کی بزرگ خواتین کی دعاؤں سے ہوا اور ہماری زندگیوں میں احمدیت کی برکت کا پودا خدا تعالیٰ کے فضل سے پھولنے اور پھلنے لگا۔ الحمد للہ

میرے رشتہ کے وقت ہمارے غیر احمدی رشتہ داروں نے کافی مخالفت کی اور یہ بھی کہا کہ یہ لوگ مہاجر ہو کر (قادیان انڈیا) سے آئے ہیں آپ کیا دیکھ کر رشتہ دے رہے ہیں۔ ابّا جان نے اس پر بھی خود فیصلہ کیا اور کہا کہ میں نے "نیک لڑکا اور صحابی کا خاندان دیکھ کر رشتہ دیا ہے" پہلے اپنی ایک بیٹی کا جائیداد دیکھ کر رشتہ کیا تھا وہ لوگ بھی اپنا سب کچھ وہاں چھوڑ کر آئے۔ اللہ تعالیٰ نے اِسے دینا

ہو گا تو سب کچھ دے گا۔ الحمد للہ ، اللہ تعالیٰ نے اس رشتہ سے مجھے دین اور دنیا سب کچھ عطا فرمایا۔

نیک میاں اور نیک اولاد عطا فرمائی۔ الحمد للہ، اللہ تعالیٰ ابّا جان کے درجات بلند فرمائے اور اُنہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

کس قدر اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کرنے والے اور احمدیت اور خلافت سے محبت کرنے والے صحابہ کرام سے عقیدت کا رشتہ رکھتے تھے۔ پانچ ہزاری مجاہدین میں شامل تھے اور خدا کے فضل سے موصی تھے۔

ہمارے ابّا جان کی ہمیشہ سے یہ عادت تھی کہ فجر کی نماز کے بعد سیر کے لیے جاتے تھے ہمیشہ بچوں میں سے کسی نہ کسی کو ساتھ لے جاتے۔ ہمیں دعائیں یاد کراتے، یہ دعائیں ہمارے لیے خزانہ ثابت ہوئیں اور ہم نے ان کے معجزات دیکھے۔ (الحمد للہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ ہجرت کے بعد جب لاہور میں قیام پذیر ہوئے تو ابّا جان اکثر سیر سے واپسی پر گرم گرم حلوہ پوری حضورؓ کی خدمت میں لے کر جاتے۔ جسے حضورؓ بہت خوشی سے قبول فرماتے۔ اس بات کا ذکر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے اُس وقت بھی کیا جب میں حضورؓ کی آخری بیماری کے دوران اپنی والدہ (ثانی) آپا زینب کے ساتھ حضورؓ کو ملنے کے لیے گئی۔

حضورؓ بیمار تھے اور ملاقات کی اجازت نہ تھی۔ حضرت مریم صدیقہ (چھوٹی آپا) صاحبہ کی باری تھی آپا زینب نے جب ملاقات کے لیے چھوٹی آپا سے پوچھا تو اُنہوں نے کہا کہ حضور سے اجازت لے کر بتاتی ہوں۔ حضورؓ نے ملاقات کی اجازت دے دی۔ حضور اپنے کمرہ میں سفید بستر پر سفید ہی کپڑے پہنے ہوئے لیٹے ہوئے تھے۔ چہرہ اس قدر نورانی تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی اُٹھ کر بیٹھ گئے۔ آپا زینب کو تو پہچان لیا۔ مجھے دیکھا تو پوچھا یہ کون ہیں جب بتایا کہ ڈاکٹر غلام حیدر صاحب کی بیٹی ہیں تو بڑی شفقت سے فرمایا "وہ ڈاکٹر غلام حیدر جو رتن باغ میں میرے لیے گرم گرم حلوہ پوری لایا کرتے تھے" ہزاروں رحمتیں ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ پر۔

اپنی زندگی میں بھی ہمیشہ محبت اور شفقت کا سلوک کیا اور آپ کی وفات کے بعد بھی آپکی شفقت اور دعائیں ہمارے ساتھ رہیں۔ خواب میں نظر آکر کبھی تسلی دیتے اور کبھی دعا کی تحریک کر جاتے۔

ایک مرتبہ مجھے اپنی بڑی بیٹی کو ایف ایس سی کا امتحان دلوانے کے لیے میانوالی جانا پڑا۔ یہ 1974 کی بات ہے ہم وہاں مرزا عبد الحق صاحب ایڈووکیٹ کی بیٹی منصورہ بیگم کے گھر پر ٹھہرے۔ اُنہوں نے ہمارا بہت خیال رکھا۔ ہمارا قیام وہاں تقریباً ایک ماہ کا تھا اُن کے میاں اکثر سرکاری دورہ پر باہر چلے جاتے تھے۔

ایک دن صبح فجر کی نماز کے لیے اُٹھنے سے پہلے میں نے خواب میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو دیکھا۔ آپؓ بہت پریشان لگ رہے ہیں اور ننگے پاؤں بڑی تیزی سے آئے ہیں اور فرمایا "تم سوتے پڑے ہو تمہیں نہیں معلوم باہر کیا ہو رہا ہے۔"

میری طبیعت سارا دن پریشان رہی اور دعائیں کرتی رہی۔ شام کو عصر کے وقت چائے پر میں نے منصورہ بیگم کو خواب سنائی۔ ابھی ہم بیٹھے ہی ہوئے تھے کہ دروازہ پر زور سے دستک ہوئی بتایا کہ جج صاحب (جو احمدی تھے) اُن کا ملازم آیا ہے اُنکی بیگم نے پیغام بھیجا ہے کہ آپ اپنے مہمانوں کو لے کر ہماری طرف آجائیں اکٹھے چائے پی لیتے ہیں۔ گاڑی بھی بھیجی ہے۔ ہم نے کہا شام ہو گئی ہے دیر ہو جائے گی ہم پھر کسی دن آجائیں گے۔ تھوڑی دیر بعد دروازے پر پھر دستک ہوئی۔ ملازم دوبارہ آیا اور بتایا کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ابھی اپنے مہمانوں کو لے کر فوراً آجائیں۔ اِدھر ٹیلی فون کی گھنٹی بجی دوسری طرف منصورہ کے میاں تھے اُنہوں نے بتایا کہ مخالفین کا جلوس احمدی گھروں کا گھیراؤ اور لوٹنے جلانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ آپ فوراً چادریں اوڑھ کر گاڑی میں بیٹھ کر جج صاحب کی طرف چلے جائیں۔ جب تک جلوس اِس گھر تک پہنچا ہم تینوں گاڑی میں بیٹھ کر چلے گئے۔ نچلی منزل پر بینک مینیجر کی رہائش تھی۔ اُنہوں نے کہا یہ میرا گھر ہے اور وہ لوگ تو یہاں سے چلے گئے ہیں۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے ہماری جان و مال، مکان سب کو بچا لیا۔ حضورؓ نے خواب میں آکر دعا کی تحریک کی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہمیں بچایا۔ ہماری حفاظت کے سامان خود کیئے۔ الحمد للہ۔ اللہ تعالیٰ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے درجات جنت الفردوس میں بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ آمین

آپ کی وفات کے بعد آپ کی شفقتیں آپ کی بابرکت اولاد سب بیٹیوں کے ذریعے ملتی رہیں خاص طور پر بی بی امتہ القیوم صاحبہ اور بی بی امتہ الرشید صاحبہ سے تو قریبی تعلق اِن دونوں کی وفات تک رہا۔ ہمیشہ بہت ہی پیار و محبت اور شفقت سے ملیں۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین۔

میرے والد میرے محسن میرے دوست: راجہ ناصر احمد

حارث راجہ

والدین خدا کی ایک انمول نعمت ہیں۔ ان کا سایہ اولاد کے لیے کڑی دھوپ میں ایک ٹھنڈی چھاؤں کی طرح ہے۔ بعض خوش نصیبوں کو تادیر اس گھنے سائے کے نیچے اطمینان اور سکون کی لذت اٹھانے کا موقع ملتا ہے۔ جب کبھی بھی یہ سایہ اٹھتا ہے تو ہمّ و غم کے بادل گرجنے لگتے ہیں اور اس خلا کا احساس بجلیاں بن کر دلوں پر گرتا ہے۔ وقت بڑا مرہم ہے پر یادوں کے طوفان زخم ہرا کر دیتے ہیں۔ شاید اسی کیفیت کو پیارے امام نے یوں بیان کیا ؎

ہر طرف آپ کی یادوں پہ لگا کر پہرے
جی کڑا کر کے میں بیٹھا تھا کہ مت یاد آئے
ناگہاں اور کسی بات پہ دل ایسا دکھا
میں بہت رویا مجھے آپ بہت یاد آئے

باپ اور بیٹے کا رشتہ بھی عجیب ہے۔ پہلے بیٹا ایک ناتواں حالت میں باپ کی گود میں کھیلتا اور اس کے کندھے پر بیٹھ کر دنیا دیکھتا ہے، پھر اس کے شانہ بشانہ چلنے لگتا ہے۔ اس سفر میں وہ بہت کچھ سیکھتا ہے۔ چلتے چلتے بیٹا باپ کی رفاقت کا عادی ہو جاتا ہے۔ اب وہ ایک دوست کی طرح اپنے باپ کی صحبت سے لطف اندوز ہوتا ہے۔ پھر گردش ایام رت بدل دیتی ہے اور باپ ناتوانی کی حالت کو پہنچ جاتا ہے۔ بیٹا باپ کا قرض تو نہیں چکا سکتا مگر اس کو سہارا دینے اور اس کی خدمت کرنے کو اپنا فرض سمجھتا ہے۔ پھر ایک دن باپ آنکھیں بند کر لیتا ہے اور بیٹا اپنے ہاتھ سے اسے لحد میں اتار کر خدا کے سپرد کر دیتا ہے۔

میرے والد میرے محسن میرے دوست بھی اسی طرح ۶ فروری ۲۰۱۶ کو اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔

میرے والد راجہ ناصر احمد صاحب سلور سپرنگ میری لینڈ جماعت کے رکن تھے۔ ان کو جاننے والے انہیں ایک دراز قد مخلص اور ملنسار وجود کے طور پر جانتے ہیں۔ ایک بے لوث کارکن جو کبھی تو بیت الرحمٰن میں جنرل سیکرٹری کے دفتر میں خدمت بجا لا رہا ہے تو کبھی جلسہ سالانہ پر TI College Alumni Assocation کے انتظامات کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔

بچے انہیں اطفال کلاس کے ایک مشفق استاد کے طور پر جانتے ہیں جو اطفال کی تعلیم و تربیت کے جذبے سے سرشار ہے۔ کبھی وہ اپنے معزز اساتذہ پرویز پروازی صاحب اور مبارک عابد صاحب کے ساتھ مجالسِ سخن کا انعقاد کرتے نظر آتے ہیں تو کبھی محترم مولانا نسیم مہدی صاحب کی قرآن کلاس میں ایک اچھوتا سا سوال پیش کر کے ایک منفرد انداز میں مضمون کی وضاحت کا موقع فراہم کر دیتے ہیں۔ یہ جہاں ان کے وسیع مطالعہ کا ثبوت ہے وہاں ان کی مستقل علم حاصل کرنے کی جستجو کی بھی ایک مثال ہے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ سوچ کے پنچھی کو پرواز کرنے دو، سوچو اور غور کرو کیونکہ یہ قرآن کا حکم ہے مگر کبھی بھی اپنے ایمان کے دائرے سے باہر نہ جاؤ۔ یہ ان کا کمال تھا کہ منفرد پہلوؤں پر غور کرنے کے باوجود کبھی اپنے ایمان سے نہیں ہلے۔ ہستی باری تعالیٰ پر بے حد یقین تھا۔ دعا پر غیر متزلزل ایمان تھا۔ اکثر مجھے بتاتے تھے کہ ان کی زندگی خدا تعالیٰ کے احسانات اور دعا کی قبولیت کے تجارب سے بھری پڑی ہے۔ شاید یہی وجہ تھی کہ انہوں نے کبھی کسی چیز کی حرص نہیں کی۔ وہ ہمیشہ اپنی زندگی سے مطمئن رہے۔ وہ زندگی جینے کے قائل تھے محض گزارنے کے نہیں۔ وہ دولت شہرت اور عہدے کی طمع اور لالچ سے بالکل دور تھے۔

نہایت ذہین اور قابل شخص تھے مگر کبھی اپنے علم کا گھمنڈ نہیں کیا۔ خدا کے فضل سے اپنے تعلیمی دور میں المنار رسالہ کے ایڈیٹر رہے۔ پنجاب یونیورسٹی سے فزکس میں ایم ایس سی کی اور پھر قائداعظم یونیورسٹی سے فزکس میں ایم فل (M. Phil) کی ڈگری حاصل کی۔ سول سروسز (Civil Services) کا امتحان اعلیٰ درجے میں پاس کیا۔ جب ملازمت لینے کا وقت آیا تو حضرت خلیفۃ المسیح کی خدمت میں مشورہ کا خط لکھا۔ ان کی خواہش تھی کی ایسے ادارے میں جائیں جہاں رشوت جیسی قباحتوں سے دور رہ سکیں چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے مشورہ پر پاکستان ریلویز (Railways) میں ملازمت اختیار کر لی۔ ریلوے میں ۲۲ سالہ دور ملازمت میں بڑی محنت اور ایمان داری سے کام کیا جس کا اعتراف ماتحتوں اور افسروں دونوں نے کیا۔ آپ ریلوے میں ایک با اصول افسر کے طور پر پہچانے جاتے تھے۔ پاکستان میں ۱۹۸۴ کے آرڈیننس کے نتیجے میں سرکاری افسران کو کئی قسم کی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا مگر

آپ نے ہمیشہ اپنے احمدی ہونے کا فخر سے اظہار کیا اور کبھی اس بات کو دنیوی فائدہ اٹھانے کے لئے نہ چھپایا۔

۲۰۰۳ء میں ہمارے امریکہ منتقل ہونے کا فیصلہ بہت بڑا فیصلہ تھا۔ والد صاحب اس وقت ریلوے میں ایک اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکان، نوکر چاکر، گاڑی وغیرہ ہر قسم کی سہولیات میسر تھیں۔ مگر انہوں نے ہمارے بہتر مستقبل کی خاطر ان سب چیزوں کو خیر باد کہہ کر ہجرت کا فیصلہ کر لیا۔ امریکہ میں آکر ابتدائی دور ان کے لئے بہت کٹھن تھا مگر انہوں نے ہمیشہ اپنی اولاد کو تعلیم پر دھیان دینے کی تلقین کی اور اخراجات کا سارا بوجھ اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔ ان کا یہ احسان میں اور میرے بہن بھائی کبھی نہیں چکا پائیں گے۔ انہوں نے اپنا آج ہمارے کل کے لئے بخوشی قربان کر دیا۔ مشکل حالات میں بھی ہمیشہ مثبت رہنا اور چھوٹی چھوٹی باتوں میں خوشیاں ڈھونڈنا ان کا خاصہ تھا۔ مجھے یاد ہے ابھی ہم چھوٹے چھوٹے بچے تھے جب والد صاحب نے پاکستان میں پہلی بار ایک پرانی سی کار خریدی۔ والد صاحب ہم سب کو کار میں بٹھا کر سیر پر لے گئے۔ شروع شروع میں امریکہ میں وسائل کی کمی کے باوجود انہوں نے بڑی بشاشت سے وقت بسر کیا اور کبھی ناشکری کا کلمہ زبان پر نہ لائے۔ ان کا ہنستا ہوا چہرہ نظروں کے سامنے پھرتا ہے تو بے اختیار مسکراہٹ آجاتی ہے اور آنکھیں نم ہو جاتی ہیں۔ سادگی ان کا ایک وصف تھا مگر نفاست نمایاں تھی۔ خوش لباس بھی تھے اور خوش گفتار بھی۔ ہمیشہ عزتِ نفس کا خیال رکھتے مگر کبھی غرور نہیں کیا۔

وہ مجالس کی جان ہوا کرتے تھے۔ موقع اور محل کے مطابق کوئی لطیفہ، چٹکلہ یا شعر سنا کر وہ محفل کو لطف اندوز بنا دیتے تھے۔ سنجیدہ گفتگو میں اکثر پر جوش طریقے سے دلائل اور حوالوں کے ساتھ اپنا موقف پیش کیا کرتے تھے۔ ان کا سمجھانے کا انداز بہت دلکش تھا۔ انہوں نے کبھی سوال کرنے پر پابندی نہیں لگائی۔ ہمیشہ بڑی توجہ سے سوال کو سنتے اور اس کا تسلی بخش جواب دیتے۔ میں نے کئی کئی گھنٹے ان کی صحبت میں بیٹھ کر مختلف موضوعات کے بارے میں بہت کچھ جانا ہے۔ ان کی سوچ اعتدال پسند تھی وہ افراط و تفریط سے دور رہتے تھے اور مشورہ دیتے وقت بھی درمیانی راہ اختیار کرتے۔

میں نے رشتوں کی قدر کرنا اپنے والد صاحب سے سیکھا ہے۔ ان کا آبائی گاؤں ڈلوال ضلع چکوال تھا اور میرے ننھال دولمیال سے ہیں۔ گو کہ ان دونوں گاؤں میں ایک سڑک کا فاصلہ ہے مگر مزاج اور عادات کا فرق نمایاں ہے۔ میرے والدین کی یہ بڑی خوبی تھی کہ انہوں نے بچوں میں ننھیال اور ددھیال کا فرق پیدا نہیں ہونے دیا۔ ہماری خوش نصیبی ہے کہ ہم نے دونوں طرف کے رشتوں سے خوب پیار لیا۔ خدا کرے کہ یہ تعلق اسی طرح قائم رہے۔ میرے والد صاحب نے ہمیشہ اپنے سسرال کی عزت کی اور انہیں قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ اقرباء کی ضروریات کا خیال رکھتے اور جس حد تک ممکن ہوتا مدد کرتے۔ اسی طرح مشکلات اور پریشانی کے دوران اقرباء کی دل جوئی کرتے اور خلوص دل سے ان کا ساتھ دیتے۔

میرے والد خاندانی تاریخ کا ذکر بھی اکثر کیا کرتے۔ ان کا مقصد ہمیں اپنے بزرگوں کے حالات سے آگاہ کرنا اور ان سے ایک جذباتی لگاؤ قائم کرنا تھا۔ اکثر ہمیں اپنی والدہ کے دادا حضرت منشی محمد خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ کا ذکر سناتے۔ حضرت منشی صاحب حضرت مسیح موعودؑ کے 313 اصحاب میں شامل ہیں۔

والد صاحب اکثر ہم سے حضرت منشی صاحب کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام کہ "اولاد کے ساتھ نرم سلوک کیا جائے گا" کا ذکر کرتے اور اس الہام کی تفسیر خاندانی حالات کے پس منظر میں سمجھاتے۔ ہمیں بتاتے کہ منشی صاحب کی اولاد میں سے جو بھی جماعت اور خلافت سے منسلک رہا اس کے لئے یہ الہام پورا ہوا۔

اسی طرح میرے دادا جان راجہ فضل داد خان صاحب کا ذکر بھی سناتے اور ان کے قبولیت احمدیت کے ایمان افروز واقعات سنا کر ہماری تربیت کرتے۔ والد صاحب بتایا کرتے تھے کہ ہمارے دادا نے ۱۹۴۴ء میں اپنے گاؤں میں ایک مناظرہ بھی کروایا جس میں مولانا محمد یار عارف، مولانا احمد علی شاہ اور مولوی محمد حسین صاحب نے جماعت کا مؤقف پیش کیا۔ اس مناظرہ میں دولمیال کی جماعت نے بھی شرکت کی جو حضرت مسیح موعودؑ کے زمانے میں ہی جماعت میں شامل ہو گئی تھی اور ان کا ذکر تاریخ احمدیت میں بھی درج ہے۔

والد صاحب کی تربیت کا انداز بھی عملی تھا۔ انہوں نے اپنی مثال قائم کر کے بچوں کی تربیت کی۔ اس طرح والد صاحب کے ساتھ ایک دوستی کا معاملہ تھا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتے تھے کہ بہتری کی طرف سفر کبھی نہیں رکنا چاہئے۔ اگر اپنے اندر کوئی خامی دیکھو تو اسے دور کرنے کی کوشش کرتے رہو۔ آہستہ آہستہ

شعوری طور پر اپنے آپ کو بہتر کرنے سے بہتری آجائے گی۔ اس کی ایک مثال ان کی ذات میں یہ ہے کہ وہ طبعاً غصے والے تھے اور بچپن میں پاکستان میں عام رواج کے مطابق ہمیں سختی سے ڈانٹ بھی لیا کرتے تھے۔ مگر آہستہ آہستہ انہوں نے اپنے غصے کو کم کرنے کی شعوری کوشش کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وقت کے ساتھ وہ نہایت حلیم الطبع ہوگئے اور ان کی طبیعت کی سختی جاتی رہی۔

ان کی سکھائی ہوئی باتیں اور ان کی یادیں ہمارا سرمایہ ہیں۔ ان کی وفات پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے ازراہِ شفقت ان کی غائبانہ نماز جنازہ ۱۳ فروری ۲۰۱۶ کو مسجد فضل لندن میں پڑھائی۔ خاکسار کو اس جنازہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ بعد ازاں حضور انور سے ملاقات کا شرف بھی ملا۔ حضور انور نے فرمایا "نیک اور شریف آدمی تھے"۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور انہیں اپنی ابدی جنتوں کا وارث بنائے۔

”شاعرِ مشرق اور احمدیت“

تبصرہ بر کتاب مؤلفہ محمد اجمل شاہد

ڈاکٹر طارق احمد مرزا۔ (آسٹریلیا)

اقبالؔ اور احمدیت کے حوالہ پہ مشتمل یا اس موضوع سے متعلق شائع شدہ متعدد کتب بشمول ”مظلوم اقبال“، ”باقیات اقبال“، ”زندہ رود“، ”اقبال اور احمدیت“ (شیخ عبدالماجد صاحب کی کتاب جو کہ ’زندہ رود‘ پر بطور تبصرہ لکھی گئی تھی)، کی اشاعت کے بعد اس امر کی اشد ضرورت محسوس ہو رہی تھی کہ جدید دور میں ان تمام کتب نیز تاریخی اور جدید شواہد کی روشنی میں ایک ایسا مبسوط اور جامع مقالہ بطور ”مابعد تجزیہ“ یعنی META ANALYSIS کے طور پر لکھا جائے جو اس موضوع کے جملہ پہلوؤں کو معروضی طور پر دنیا کے سامنے پیش کر دے۔ محترم جناب محمد اجمل شاہد صاحب (سابق مشنری انچارج و امیر جماعتہائے احمدیہ نائیجیریا، حال مقیم امریکہ) اس لحاظ سے ہم سب کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے کمال محنت سے کتاب ”شاعرِ مشرق اور احمدیت“ تالیف فرما کر وقت کی اس ضرورت کو پورا کر دیا ہے۔ فجزاہ اللہ احسن الجزاء۔

”شاعر مشرق اور احمدیت“ کی اشاعت کا یہ اقدام اس لحاظ سے بھی نہایت بروقت اور باموقع قرار پاتا ہے کہ قیام پاکستان کے تقریباً ستر برس بعد آج جبکہ ”شاعر مشرق“ کا قد و کاٹھ اتنا بلند و بالا اور عظیم بنایا جا چکا ہے کہ جدید نسل (بجا طور پر کئی پہلوؤں سے) اس عظیم شخصیت کی کسی بات پہ شک کرنے کا تصور تو کیا، اس پر تنقید کا ایک لفظ بھی سننا گوارا نہیں کرتی اور ان کی اسی ذہنی کیفیت کا غلط فائدہ اٹھاتے اور ان کے استحصال سے، انہیں EXPLOIT کرتے ہوئے احمدیت مخالف متشدد عناصر شاعر مشرق علامہ ڈاکٹر محمد اقبال کی ان تحریرات کو پیش کرتے ہیں جو انہوں نے اپنی زندگی کے آخری سالوں میں احمدیت کے خلاف لکھیں۔ جن پر نئی نسل کا بغیر پرکھے یقین کر لینا ایک طبعی اور قابل فہم امر ہے اور یوں وہ اپنے مسموم پروپیگنڈہ اور مذموم مقاصد میں کامیاب رہتے ہیں۔ ان مقاصد کے حصول کے لئے کلام اقبالؔ کو استعمال کرنا ”مظلوم اقبالؔ“ پر مزید ظلم کرنے کے مترادف ہے۔ فاضل مؤلف محترم محمد اجمل شاہد صاحب نے اس کتاب کے ذریعہ شاعر مشرق کے مذکورہ قد و کاٹھ کو کم کرنے کی کوئی شعوری یا لاشعوری کوشش نہیں کی (اور نہ ہی اِس ”گناہِ بے لذت“ کے ارتکاب کی کوئی ضرورت ہے) بلکہ ان کی تحریرات و نظریات کا معروضی تجزیہ کرتے ہوئے صرف اور صرف جملہ حقائق، بلکہ اس حوالہ سے معاملے کی اصل حقیقت نہایت اکمال سے آج کی نسل کے سامنے پیش کر دی ہے تا کہ وہ اپنا ذہن استعمال کرتے ہوئے خود اس حقیقت سے آگاہ ہو سکیں کہ ”مظلوم“ اقبالؔ ہی نہیں بلکہ تاریخی اور ابدی حقائق بھی ہیں، جن میں احمدیت بھی شامل ہے۔

منظوم فارسی کلام امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام

اپنا قدم نہایت خوف کے ساتھ رکھ تا کہ تو اس دُنیا سے صدقِ قدم کے ساتھ جائے

ہست آخر باآں خدا کارت
نہ تو یارِ کسے نہ کس یارت

قدمِ خود بنہ بخوفِ اتم
تا روی از جہاں بصدقِ قدم

تا خُدا ات محبِ خود سازد
نظرِ لطف بر تو اندازد

بادہ نوشی ز عشق و زاں بادہ
مست باشی و بے خود اُفتادہ

نیست ایں جائے گہ مقامِ مدام
ہوش کن تا نہ بد شود انجام

مہرِ آں زندہ نورت افزاید
مہرِ ایں مُردگان چہ کار آید

لقمہ و معدہ سر و دستار
سر بسر ہست بخششِ دادار

حقِ باری شناس و شرم بدار
پیش زاں کز جہاں بہ بندی بار

آخر اُسی خدا سے تجھے کام پڑے گا (ورنہ) نہ تو تُو کسی کا یار ہے اور نہ کوئی تیرا یار ہے۔

اپنا قدم نہایت خوف کے ساتھ رکھ تا کہ تو اس دُنیا سے صدقِ قدم کے ساتھ جائے۔

تا کہ خُدا تجھے اپنا دوست بنالے اور تجھ پر مہربانی کی نظر ڈالے۔

اور تُو عشق کی شراب پئے اور اس شراب سے مست اور مدہوش پڑا رہے۔

یہ جگہ ہمیشہ رہنے کا مقام نہیں ہے۔ خبردار ہو جا تا خاتمہ بُرا نہ ہو۔

اُس زندہ کی محبت تیرے نُور کو بڑھائے گی۔ اُن مُردوں کی محبت بھلا کس کام آئے گی۔

کھانا۔ معدہ۔ سر اور دستار سب کی سب خدا کی بخششیں ہیں!

خالق کا حق پہچان اور شرم کر اس سے پہلے کہ تو دُنیا سے رخصت ہو۔

(ترجمہ از دُرِّ ثمین فارسی مترجم۔ ترجمہ حضرت ڈاکٹر میر محمدؐ اسماعیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ صفحات ۳۹۔۴۰)